مارچ 2024

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہنامہ

اشرفیہ

مبارک پور

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "اے مومنو تم پر روزے فرض کیے گئے، جیسا کہ تم سے پہلوں پر فرض کیے گئے، تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو"۔ روزوں کا مقصد بدن اور روح کی اصلاح اور تازگی ہے، افطار کے وقت آپ دیکھیں، اللہ تعالیٰ طرح طرح کی نعمتیں عطا فرماتا ہے، دیگر ایام میں ان نعمتوں کا جمع کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ رمضان میں تمام کاروبار بھی خوب ترقی کرتے ہیں، اس ماہ میں عبادتیں، تلاوتیں بھی بڑھ جاتی ہیں، صدقات و خیرات میں بھی اضافے ہو جاتے ہیں۔

عام طور پر زکاتیں بھی نکالی جاتی ہیں۔ چہروں پر بشاشت اور دلوں میں مسرتیں دیکھی جاتی ہیں۔

اس ماہ میں 21 تا 29 طاق راتوں میں شب قدر بھی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں قرآن عظیم نازل فرمایا، اس میں ایک نیکی کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی نیکیوں سے زیادہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب ﷺ کے طفیل اس میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ مبارک پور

اشرفیہ

زیر سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبدالحفیظ عزیزی

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 48 شمارہ 3 | مارچ 2024ء | رمضان 1445ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : مبارک حسین مصباحی

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِ تعاون

شمارے کی قیمت 30 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ

750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

25 $ امریکی ڈالر 20 £ پونڈ

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com

mubarakmisbahi@gmail.com

info@aljamiatulashrafia.org

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپواکر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	اپنے وطن کے چند سلگتے مسائل	مبارک حسین مصباحی	5
	مطالعۂ قرآن		
تفہیمِ قرآن	قرآنی آیات میں کوئی اختلاف وتعارض نہیں	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	8
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	10
	نظریات		
فکر امروز	اسلام اور مسلمانوں کے خونخوار دشمن	محسن رضا ضیائی	12
	اسلامیات		
شعاعیں	بنگال میں مسلمانوں کے مسائل	مفتی محمد ساجد رضا مصباحی	15
	شخصیات		
یادرفتگاں	مولانا سید عبد الحکیم نقش بندی	ڈاکٹر محمد ولی اللہ قادری	18
انوار حیات	عالم ربانی شیخ اسید الحق قادری کا علمی ذوق	ڈاکٹر ارشاد عالم نعمانی	23
	رضویات		
رضا شناس	گلشن رضا کے مہکتے ہوئے پھول	محمد جواد الکریم عطاری	28
	سفرنامہ		
ظفر یابیاں	ساؤتھ افریقہ میں حضور عزیز ملت کی تشریف آوری	شمس الحق قادری مصباحی	29
	اساطین تصوف		
ذکر جمیل	حضرت ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری	31
	بزم دانش		
فکر ونظر	زکات کے چند مسائل	مفتی ناصر حسین مصباحی/مولانا محمد اسلم مصباحی	32
	بزم خواتین		
چراغ خانہ	عادتیں جو بیماریوں سے بچا سکتی ہیں	ماخوذ	37
	ادبیات		
گوشۂ ادب	علامہ شوق نیموی کی نعت گوئی	مولانا محمد طفیل احمد مصباحی	39
نقد ونظر	کشمیر میں اسلامی انقلاب اور حضرت شاہ ہمدان رحمہ اللہ	مبارک حسین مصباحی	44
	مکتوبات		
صداے بازگشت	آصف جمال جمالی، مولانا محمد عبد الباری نعیمی اعظمی		48
	سرگرمیاں		
عالمی خبریں	غزہ میں جنگ بندی کا اعلان متوقع/مسجد حرام میں افطار کے خواہش مند مسلمانوں کے لیے پورٹل جاری		50
خیر وخبر	انجمن ترقی اردو گلبرگہ کے زیر اہتمام صحافت آج اور کل کے عنوان پر سیمینار		51
	چھتر پور گڑھوا جھارکھنڈ میں انٹرنیشنل صوفی کانفرنس		52
	عرس محدث اعظم ہند/بارگاہ خواجہ میں خراج عقیدت/حجاب کے خلاف ہرزہ سرائی/مدرسوں میں رامائن پڑھائی جائے گی/قومی پرچم پسند نہیں تو/اے ایم یو کا اقلیتی کردا/ای وی ایم کمپنی میں بی جے پی لیڈر ڈائریکٹر/بغیر دولھے کے لڑکیوں کی شادی گئی۔		54
	منظومات		
خیابان حرم	نعتیں	سید محمد نور الحسن نور نوابی/مہتاب پیامی/مولانا محمد طفیل احمد مصباحی	58

786

اپنے وطن کے چند سلگتے مسائل

مبارک حسین مصباحی

کسی بھی جمہوری ملک میں مختلف سیاسی پارٹیاں ہوتی ہیں، ہر پارٹی اپنے حلقہ انتخاب میں ووٹروں کو لبھانے کے لیے خوابوں کی بارات سجاتی ہے، عام لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے لمبی لمبی فہرستیں شو کی جاتی ہیں ان میں کئی انہونیاں بھی ہوتی ہیں، اور الیکشن سے قبل اشتہارات اور بیانات کے چوکے چھکے لگا کر زیادہ سے زیادہ ووٹ حاصل کرنے کی سر توڑ کوششیں کی جاتی ہیں۔ حق اور ناحق میں خطِ امتیاز کسی بھی انسان کی اخلاقی اور سماجی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اسی نقطۂ نظر سے ہم چند باتیں عرض کرتے ہیں۔

دہلی کے وزیر اعلیٰ اروند کیجریوال کا کہنا ہے کہ بی جے پی والے الیکشن جیتتے نہیں بلکہ الیکشن چوری کرتے ہیں۔ انھوں نے یہ دعویٰ سپریم کورٹ کے چنڈی گڑھ پنجاب کے میئر کی فتح یابی کے تعلق سے ایک فیصلے پر شکریہ ادا کرتے ہوئے کیا ہے۔ دراصل کل 36 ووٹ تھے، کاؤنٹنگ کے دوران 8 ووٹ بی جے پی والوں نے چرالیے۔ شدید اختلاف کے بعد کیس سپریم کورٹ پہنچا۔ ججز نے زمینی سچائی طشت از بازم کر دی اور آپ پارٹی کے امیدوار کو میئر ڈیکلیئر کر دیا اور بی جے پی امیدوار کو ناکام قرار دیا۔ اپنی نوعیت کے اس منفرد فیصلے کی دنیا بھر میں ستائش ہو رہی ہے۔

آئندہ ماہ سے ملک کے لوک سبھا الیکشن شروع ہونے والے ہیں۔ ملک میں 90 کروڑ ووٹ ہیں، اب آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔

سپریم کورٹ نے الیکٹورل بانڈ منصوبے کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے شہریوں کے حق اطلاعات کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ ایس بی آئی کو حکم دیا گیا ہے کہ بانڈ کی فروخت پر فوری طور پر روک لگائی جائے، سپریم کورٹ نے ایک تاریخی فیصلہ سناتے ہوئے الیکٹورل (انتخابی) بانڈ اسکیم پر پابندی عائد کر دی۔ یہ فیصلہ مرکزی حکومت کے لیے ایک جھٹکے کی طرح ہے کیونکہ وہ اس اسکیم کو جاری رکھنے کی حامی تھی۔

چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ کی سربراہی والی بنچ نے فیصلہ سناتے ہوئے الیکشن کمیشن کو ہدایت کی ہے کہ وہ الیکٹورل بانڈ کے حوالہ سے 2019 سے اب تک کی تفصیلات طلب کرے۔ وہیں بانڈ جاری کرنے والے ادارے ایس بی آئی کو یہ معلومات فراہم کرنا ہوں گی کہ اپریل 2019 سے لے کر اب تک کتنے لوگوں نے کتنے کتنے روپے کے الیکٹورل بانڈز خریدے ہیں۔ ایس بی آئی تین ہفتوں میں یہ معلومات فراہم کرے گا۔ اس کے بعد الیکشن کمیشن یہ معلومات عوام تک پہنچائے گا۔

اب تک حکومت نے الیکٹورل بانڈ کو آر ٹی آئی کے دائرہ سے باہر رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عام لوگ حق اطلاعات کے تحت الیکٹورل بانڈز سے متعلق معلومات حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں کہا کہ ووٹرز کو سیاسی جماعتوں کے فنڈز کے بارے میں جاننے کا حق ہے۔ الیکشن کمیشن کو انتخابی بانڈز سے متعلق معلومات اپنی ویب سائٹ پر بھی فراہم کرنی ہوں گی۔ حکومت کی دلیل تھی کہ انتخابی بانڈز کے ذریعے کالے دھن اور سیاسی فنڈنگ میں بے ضابطگیوں کو روکا جائے گا۔ جبکہ عدالت نے کہا کہ کالے دھن کو روکنے کے اور بھی طریقے ہیں۔

اب جبکہ سپریم کورٹ نے الیکٹورل بانڈ اسکیم کو غیر آئینی قرار دینے کا فیصلہ سنایا ہے تو اس کے نتیجہ میں اب بینک الیکٹول بانڈ فروخت یا جمع نہیں کر سکیں گے۔ اگر کوئی شخص کسی سیاسی جماعت کو چندہ دینا چاہتا ہے تو اسے یہ کام اپنے بینک کھاتے کے ذریعے کرنا ہوگا۔ ایس بی آئی کو سیاسی جماعتوں کے ذریعے کیش کیے گئے الیکٹورل بانڈز کی تفصیلات جمع کرانی ہوں گی۔ وہیں، الیکٹورل بانڈز کی رقم جو کیش نہیں کی گئی ہے، اسے خریدار کے اکاؤنٹ میں واپس کرنا ہوگا۔

الیکٹورل بانڈ منصوبہ پر پابندی عائد کر دینے سے اپوزیشن لیڈران نے حد درجہ خوشی کا اظہار کیا ہے۔ ملکارجن کھڑگے کانگریس صدر نے کہا:

ہم سپریم کورٹ کے فیصلے کا استقبال کرتے ہیں جس نے مودی حکومت کے اس 'کالا دھن منتقلی' منصوبہ کو 'غیر آئینی' بتاتے ہوئے رد کر دیا ہے۔ اس میں کوئی حیرت نہیں کہ اس منصوبہ کے تحت 95 فیصد چندہ بی جے پی کو ملا۔ ہمیں امید ہے کہ مودی حکومت مستقبل میں ایسے

نظریات کا سہارا لینا بند کر دے گی اور سپریم کورٹ کی بات سنے گی تاکہ جمہوریت میں شفافیت کا اجالا نظر آئے۔
یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کے بعد اتراکھنڈ کے وزیر اعلیٰ پشکر سنگھ دھامی کے آرڈر پر ہلدوانی میں سرکاری بلڈوزروں نے ایک مسجد اور مدرسے کو منہدم کر دیا۔ حالانکہ انہدامی کارروائی کا معاملہ عدالت میں زیر سماعت ہے اور 14/فروری کی تاریخ بھی طے تھی، لیکن اس سے پہلے ہی بلڈوزر وہاں پہنچ گئے اور انھوں نے مسجد و مدرسہ کو مسمار کر دیا۔ اس غیر قانونی کارروائی کے خلاف احتجاج کے لیے جو مسلمان سڑکوں پر آئے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا گیا، جو ایسے موقعوں پر کیا جاتا ہے۔ نتیجے میں چھ افراد ہلاک ہوگئے ہیں اور درجنوں زخمی ہیں، ان میں تین کی حالت سنگین بتائی جاتی ہے۔ تشدد کے بعد ہلدوانی میں کرفیو نافذ کر کے دیکھتے ہی گولی مار دینے کے احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں۔ پانچ ہزار لوگوں کے خلاف ایف آئی آر درج کی گئی ہیں اور فساد بھڑکانے والوں پر قومی سلامتی ایکٹ (این ایس اے) کے تحت کارروائی کی جا رہی ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ فساد کا نشانہ کون ہوتا ہے اور یک طرفہ کارروائی کس کے خلاف ہوتی ہے۔ وزیر اعلیٰ دھامی نے اس تشدد کو منصوبہ بند سازش قرار دیتے ہوئے اس بات پر قطعی غور نہیں کیا کہ اس کی شروعات کس نے کی اور کیوں لوگ اس قدر مشتعل ہوئے۔ یہاں مسلمانوں کی مسجدوں، مدرسوں، مزاروں اور مکانوں کو نیست و نابود کیا جا رہا ہے اور امید یہی کی جا رہی ہے کہ وہ اف بھی نہ کریں۔

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

ہلدوانی سے بلڈوزر کا رشتہ نیا نہیں ہے۔ گزشتہ برس یہی ہلدوانی اس وقت سرخیوں میں آیا تھا جب ایک مسلم آبادی پر یہ کہ کر بلڈوزروں سمیت دھاوا بولا گیا تھا کہ یہ آبادی ریلوے کی زمین پر بنی ہے جبکہ مکینوں کے پاس سیکڑوں برس پرانے کاغذات موجود تھے۔ ابھی تک یہ سمجھ میں نہیں آسکا ہے کہ یہ نئے بلڈوزر کس تکنیک سے بنے ہیں کہ وہ جب بھی حرکت میں آتے ہیں تو ان کا نشانہ مسجدیں، مدرسے اور مسلم بستیاں ہی ہوتی ہیں۔ پچھلے دنوں ان ہی بلڈوزروں نے دہلی کی صدیوں پرانی آبادی مہرولی میں ایک 700 سال پرانی مسجد اور مدرسے کو ناجائز تعمیر قرار دے کر مسمار کر دیا تھا۔
یہاں یکساں سول کوڈ نہیں بلکہ ہندو کوڈ نافذ کیا جا رہا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس قانونی مسودے میں کئی مقامات پر مسلم پرسنل لاء اور شرعی قوانین پر زبردست چوٹ کی گئی ہے اور ایسے موضوعات کو چھیڑا گیا ہے جن سے مسلمانوں میں اشتعال پھیلنا لازمی ہے۔ یہاں تک کہ شوہر کے انتقال یا طلاق کے بعد مسلم خواتین کی عدت پر بھی پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ یکساں سول کوڈ کے نفاذ کے بعد اتراکھنڈ کے مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر پہلے سے ہی موجود تھی جسے ہلدوانی میں مسجد و مدرسہ پر کئی گئی انہدامی کارروائی نے مزید شہ دی۔
بھارت کی ریاست اترپردیش کے شہر وارانسی کی گیان واپی مسجد اور دہلی کی سنہری مسجد کے تنازعات جاری ہیں۔
دہلی میں اراضی اور تعمیرات کے انتظامات کے ذمہ دار ادارے 'دہلی ڈویلپمنٹ اتھارٹی' (ڈی ڈی اے) کے عملے نے 30 جنوری کو علی الصبح 'مسجد آخوندجی' اور اس سے ملحق مدرسہ بحرالعلوم کو بلڈوزر سے منہدم کر کے ملبے کو وہاں سے کہیں اور منتقل کر دیا۔
تاریخ دانوں کے مطابق 1922 میں شائع ہونے والی مولوی ظفر حسن، اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ، آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا کی 'لسٹ آف محمڈن اینڈ ہندو مانومنٹس' جلد تین میں آخوندجی مسجد کے وجود کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مسجد آخوندجی عیدگاہ سے تقریباً 100 میٹر کے مغرب میں ہے اور وہ 1398 میں ہندوستان پر تیمور کے حملے کے وقت موجود تھی۔ اس کی تعمیر کا سال نامعلوم ہے لیکن 1853 میں اس کی مرمت کی گئی تھی۔ وائس آف امریکہ سے گفتگو میں ان کا کہنا تھا کہ مولوی ظفر حسن کی کتاب 'مانومنٹس آف انڈیا' میں مسجد کے پاس نصب کتبے کا ذکر ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ ظفر کا لکھا ہوا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ بہادر شاہ ظفر کا لکھا ہوا تھا، کیوں کہ ظفر تخلص انہی کا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس بورڈ پر درگاہ شیخ جلال الدین تبریزی لکھا ہوا تھا۔ شیخ تبریزی التمش کے زمانے میں 1210 میں دہلی آئے تھے۔ بعد میں وہ بنگال چلے گئے جہاں انھوں نے صوفی ازم پر کافی کام کیا تھا۔ لیکن وہاں ان کی درگاہ نہیں بلکہ خانقاہیں ہیں۔ ان کی درگاہ دہلی میں مذکورہ مقام پر تھی۔
انھوں نے مزید کہا کہ اس مسجد اور درگاہ کا اگر کوئی تعلق شیخ جلال الدین تبریزی سے تھا تو ان کی تعمیر 13 ویں یا 14 ویں صدی میں ہوئی تھی۔ مزید براں یہ کہ اس مسجد اور درگاہ کا طرز تعمیر لودھی دور حکومت کا ہے۔ اس میں کافی مرمت ہوئی تھی۔ لیکن یہ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ

مسجد سات آٹھ سو سال پرانی تھی۔ ایک اور تاریخ داں سہیل ہاشمی کے مطابق مسجد میں باضابطہ نمازیں ادا ہوتی رہی ہیں۔ یہ مسجد سنجے ون کو فارسٹ لینڈ قرار دینے کے پہلے سے تھی۔ اس طرح یہ عمارت تجاوزات کے زمرے میں نہیں آتی۔ مقامی باشندوں کے مطابق یہ مسجد رضیہ سلطان کے دور میں تعمیر کی گئی تھی۔ یاد رہے کہ رضیہ سلطان نے 1236 سے 1240 عیسوی تک دہلی پر حکومت کی تھی۔ مسجد کے امام ذاکر حسین کے مطابق جو کہ دہلی وقف بورڈ کے رکن بھی ہیں، فجر کے وقت ڈی ڈی اے کا عملہ پولیس دستے کے ساتھ پہنچا۔ اس نے ہم لوگوں کو اپنا سامان ہٹانے کے لیے مشکل سے دس منٹ دیے۔ انھوں نے میڈیا سے بات کرتے ہوئے الزام عائد کیا کہ ڈی ڈی اے کے عملہ نے ان کا فون لے لیا تاکہ انہدامی کارروائی کو ریکارڈ نہ کیا جا سکے۔ انھیں وہاں سے ہٹا کر پورے علاقے کا محاصرہ کر لیا گیا۔ وہاں سیکیورٹی جوانوں کو تعینات کر دیا گیا اور ملبہ دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا۔ ان کے مطابق مدرسے میں تقریباً دو درجن بچے رہتے تھے۔ ان کا سارا سامان تباہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے۔

حضرت مفتی سلمان ازہری کی گرفتاری:

حضرت مفتی سلمان احمد قادری ازہری کی گرفتاری ان ہی سوچوں کا نتیجہ ہے، آپ کرناٹک کے شہر ہبلی کے قریب قصبہ درس کے باشندے ہیں، بلاشبہ آپ کامیاب حافظ قرآن ہیں۔ آپ نے حفظ قران کی تکمیل جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے کی ہے سالانہ امتحان اور دستار بندی کے بعد آپ نے دیگر مدارس کا رخ کیا، آخر میں آپ جامع ازہر مصر تشریف لے گئے۔ آپ ایک کامیاب خطیب ہیں، موثر اور منفرد لب و لہجہ، محبتِ الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شرابور خطابات، دلائل کے ساتھ گستاخانِ مصطفیٰ کی سرکوبی آپ کی شناخت ہے۔ چند ماہ قبل آپ مبارک پور میں مدعو تھے۔ ہمارے بیان کے بعد آپ کا خطاب ہوا تھا اور ماشاء اللہ آپ کے نام پر حد نظر مجمع تھا۔ اس گرفتاری کے خلاف ملک بھر میں احتجاجات ہوئے۔ اسی طرح اور بھی ہزاروں کلمہ پڑھنے والے سلاخوں کے پیچھے ہیں، ہم حکومتیں ہند سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اس قسم کے رویوں سے اجتناب کرے، اور ملک میں امن و شانتی کی فضا قائم رہنے دے۔

حضرت مفتی سلمان احمد ازہری ایک مذہبی خاندان کے فرد ہیں آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ابن حسن مصباحی رضوی علیہ الرحمہ نیک سیرت اور فاضل اشرفیہ تھے آپ نو برس کی عمر میں اپنے استاذ مولانا تقی الدین کے ہمراہ راجستھان کسی مدرسے میں برائے تعلیم داخل ہوئے، استاد کسی وجہ سے مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے مدرسہ کے ذمہ داروں نے آپ سے کہا کہ آپ بھی تشریف لے جا سکتے ہیں۔ کم عمری میں آپ کے لیے یہ پریشان کن موڑ تھا۔ آپ نے منظر اسلام بریلی شریف، جامعہ نعیمیہ مراد آباد، اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور مکتوبات لکھے، ان میں صرف حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کو جواب موصول ہوا۔ اس میں آپ نے داخلہ لینے کی اجازت دی تھی۔ آپ اپنے گھر اطلاع دیے بغیر جامعہ اشرفیہ مبارک پور آ گئے، ٹیسٹ کے بعد داخلہ بھی ہو گیا۔ اب ان کے والد صاحب کو معلوم ہوا تو سخت خط لکھا کہ جتنی جلدی ہو سکے آپ گھر واپس آجائیے یہ خبر آپ نے حضور حافظِ ملت کو کو سنائی۔ حضور حافظ ملت نے فرمایا آپ جا سکتے ہیں، مگر مولانا ابن حسن نے کہا: حضور ہمارے والد اپنے علاقے کے قاضی ہیں، جانے کے بعد وہ آنے نہیں دیں گے۔ حضور حافظِ ملت نے آپ کے والد کو خط لکھا مگر انھوں نے طیش میں جواب دیا کہ آپ ہمارے بیٹے کو واپس کر دیجیے ورنہ میں انتہائی قدم اٹھا کر آپ کا مدرسہ بند کرا دوں گا اس خط کا اشرفیہ میں تذکرہ ہوا۔ آپ کو بلایا گیا آپ نے کہا میں چلا تو جاؤں گا لیکن اگر میں عالم نہیں بن سکا تو اس کے ذمہ دار والد صاحب اور آپ ہوں گے۔ اس بات کو سن کر حضور حافظِ ملت نے آپ کو سینے سے لگا لیا۔ حضور حافظ ملت نے مکتوب تحریر کیا: محترم ابن حسن جس طرح آپ کا چہیتا بیٹا ہے اسی طرح ہمارا بھی بیٹا ہے وہ پڑھنا چاہتا ہے، اسے پڑھنے دیں، اب آپ جو چاہیں کریں۔ حضرت مولانا ابن حسن مصباحی نے چھ برس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں اس طرح گزارے کہ درمیان میں ایک بار بھی اپنے گھر نہیں گئے، طلبہ کے لیے اس میں بڑی عبرت ہے۔ والد گرامی نے حضور حافظ ملت کا مکتوب پڑھا اور مسکراتے ہوئے رکھ دیا۔

آپ کے بڑے بھائی حضرت مفتی زبیر احمد مصباحی نے بھی اپنی تعلیم جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں مکمل فرمائی، ان کے علاوہ بھی آپ کے خاندان کے متعدّد افراد نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے اکتسابِ علم کیا ہے۔ ہم اس شعر پر اپنی تحریر ختم کرتے ہیں۔

ایک دو زخم نہیں سارا بدن ہے چھلنی　　　درد بے چارہ پریشاں سے کہاں سے اٹھے

❊❊❊

تفہیم قرآن

قرآنی آیات میں
کوئی اختلاف وتعارض نہیں

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

قرآن اللہ کا کلام ہے، قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر بے شمار دلائل قائم ہیں، ان میں ایک اہم اور واضح دلیل یہ ہے کہ قرآن میں کوئی تعارض اور اختلاف نہیں ہے، قرآن کریم نے اسی عدم تضاد کو کلام الٰہی ہونے کی دلیل قرار دیا، اور فرمایا:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿سورہ نساء:82﴾

کیا یہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے، اور اگر قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بڑا اختلاف پاتے۔

اللہ وحدہ لاشریک نے اس آیت مبارکہ میں تدبر کا حکم دیا اور فرمایا کہ قرآن میں تدبر کرو، تمھیں یقین کے ساتھ معلوم ہوجائے گا کہ قرآن بندے کا کلام نہیں، بلکہ اللہ کا کلام ہے، کیوں کہ یہ کلام ان عیوب ونقائص سے پاک ہے جو بندوں کے کلام کا حصہ ہوا کرتے ہیں، بندوں کے کلام کا جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوگا کہ کلام بشر میں جگہ جگہ الفاظ میں ثقالت، معانی میں خفت، مضامین میں اختلاف، افکار میں تضاد اور بجا طور پر حقائق سے انحراف ہوتا ہے، کیوں کہ بندوں کی علمی اور تخلیقی صلاحتیں بتدریج پروان چڑھتی ہیں، کثرت مطالعہ اور طول ممارست سے ان کی عقلوں میں پختگی آتی ہے، مسلسل تجربات ومشاہدات سے گزرنے کے بعد ہی ان میں مثبت فکر اور صحیح سوچ پیدا ہوتی ہے، جو مرور ایام کے ساتھ نمو پاتی اور بدلتے حالات کے ساتھ بدلتی رہتی ہے، کچھ دنوں تک علم ودانش اور فکر وتدبر کا یہ ارتقائی سفر جاری رہتا ہے، پھر ایک حد تک پہنچنے کے بعد رک جاتا ہے۔

ظاہر سی بات ہے کہ جو کلام ان تدریجی مراحل سے گزر کر تشکیل پائے گا، اور جو افکار ومضامین حالات زمانہ سے متاثر ہوکر وجود میں آئیں گے ان میں کافی نشیب وفراز ہوگا، اول تا اخیر سارا کلام فصاحت وبلاغت کے ایک معیار پر نہیں اترے گا، افکار ومعانی میں اختلاف اور تضاد ہوگا، بعض باتیں خلاف واقع ہوں گی، کچھ نظریات غلط ثابت ہوں گے، کہیں دلائل کی کمی ہوگی، اور کہیں دلائل تو ہوں گے، لیکن اطمینان بخش نہیں ہوں گے، ان سب کے ساتھ ساتھ سہو ونسیان کا اندیشہ ہوگا، جس کے بعد مزید تحقیق وتدقیق کی گنجائش نکل آئے گی، اور اس بات کا قوی امکان ہوگا کہ جو حقائق پیش کیے گئے آنے والے دنوں میں ان کی تردید ہوجائے اور دوسرے نظریات قائم ہوجائے، اسی لیے ہر قلم کار کو بجا طور پر اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ بیان ہوا یہی حرف اخیر یا قول فیصل نہیں ہے، لہٰذا ہر شخص مکمل طور پر اس بات کا مجاز ہوگا کہ وہ اپنی تحقیق پیش کرے، اور ہم سے اختلاف رائے کرے۔

یہ کلام بشر کا حال ہے، اس کے بالمقابل کلام الٰہی کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ شکوک وشبہات سے بالاتر ہوتا ہے، خطا اور امکان خطا سے پاک ہوتا ہے، ہر قسم کی تحریف وتبدیلی سے محفوظ ہوتا ہے، اس کے اخبار وواقعات واقع کے عین مطابق ہوتے ہیں، اس کی پیشین گوئی سچی ثابت ہوتی ہے، اور اس کے بیان کردہ حقائق ناقابل انکار ہوتے ہیں، قرآن کریم کی صداقت وحقانیت اور اس کے محاسن وکمالات پر بے شمار آیتیں پیش کی جا سکتی ہیں، لیکن ہم طوالت سے احتراز کرتے ہوئے مقالے کے شروع میں پیش کی گئی آیت پر اکتفا کرتے ہیں، جس میں اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿سورہ نساء:82﴾

کیا یہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے، اور اگر قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بڑا اختلاف پاتے۔

اس آیت کا واضح مفہوم یہی ہے کہ قرآن کلام الٰہی ہے، اس کے کلام الٰہی ہونے پر ایک دلیل یہ ہے کہ اس میں کہیں کوئی اختلاف نہیں ہے، مفسرین کرام نے اختلاف کے دو معانی بیان کیے ہیں: ایک تفاوت اور دوسرے تعارض، تفاوت کا تعلق کلمات سے ہے، اور

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

تعارض کا تعلق معانی سے، قرآنی آیات میں تفاوت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اول تا آخر پورے قرآن کا اسلوب یکساں ہے، اور فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے کہیں کوئی کمی بیشی نہیں ہے، یعنی ایسا نہیں کہ ایک آیت حد اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے تو دوسری قابل اعتراض ہے، ایک آیت لسانی کمالات کی جامع ہے تو دوسری محل نظر ہے، بلکہ سارا کلام ایک جیسا، اور ساری آیات ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ معانی قرآن میں تعارض نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سارے مضامین یکساں ہیں، اور ایک دوسرے کی تصدیق وتوثیق کرتے ہیں، ایسا نہیں کہ ایک آیت جس چیز کی نفی کردے دوسری آیت اس کو ثابت کرتی ہو، اور ایک آیت جس مضمون کی تائید کردے دوسری آیت اس کی تردید کرتی ہو، بلکہ پورا قرآن اپنے معانی ومطالب کے اعتبار سے ایک محور پر گردش کرتا ہے، اور ہر گام پر رشد وہدایت کی تعلیم دیتا ہے۔

اس آیت کی روشنی میں بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ ومعانی ہر قسم کے اختلاف وتعارض سے پاک اور منزہ ہیں، اور یہی اس کی حقانیت کی دلیل ہے، لیکن حیرت کی بات ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک نے جس آیت کو قرآن کی حقانیت کی دلیل بنا کر نازل کیا کچھ ظاہر بیں مفکرین اور کم نظر مستشرقین نے اسی کا سہارا لے کر قرآن پر اعتراضات قائم کیے، اور اس کے منزل من السما پر شکوک وشبہات پیدا کرنے کی بے جا کوششیں کیں، انھوں نے اپنے مقصود پر استدلال کے لیے آیت کے مفہوم مخالف کا سہارا لیا، اور سوچا کہ اللہ نے فرمایا کہ اگر قرآن غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں بڑا اختلاف ہوتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں اختلاف وتعارض ثابت کردیا جائے تو خود بخود اس کے کلام الٰہی ہونے کی نفی ہوجائے گی، اسی لیے انھوں نے ظاہری تعارض پر مشتمل آیات کو پیش کرکے تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کی۔

ایسے رکیک اعتراضات راسخ العقیدہ مسلمانوں پر اثر انداز نہیں ہوتے، البتہ مذہب بیزار، آزاد طبیعت اور ناخواندہ افراد کو ضرور متاثر کرسکتے ہیں، ایسے ضعیف الاعتقاد افراد کو بروقت حقائق سے آگاہی نہیں ملی تو اندیشہ ہے کہ ان کا ایمان خطرے میں پڑ جائے، اسی لیے ہمیں ان کے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنا چاہیے، تاکہ وہ دامن اسلام سے وابستہ رہیں، اور قرآن کی آئینی حیثیت پر غیر متزلزل یقین رکھیں۔

ہمارے اسلاف کرام نے صدیوں پہلے ایسے شکوک و شبہات کا ازالہ کردیا، اور مشکل القرآن اور دفع الشبہات وغیرہ عنوانات کے تحت ان آیات پر مفصل کلام کیا جن میں بظاہر تعارض یا اختلاف نظر آتا ہے، ہم اپنے مقالے میں ظاہری تعارض پر مشتمل انھی آیات کو جمع کریں گے، اور اسلاف کرام کے ارشادات کی روشنی میں ان کے تشفی بخش جوابات دینے کی بھرپور کوشش کریں گے۔

شبہات اور ان کے جوابات سے پہلے ظاہری تعارض کے حوالے سے شبہات اور ان کے جوابات جاننے سے پہلے چند امور سے واقفیت ضروری ہے۔

(1) بلاغت کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں جیسی ضرورت ہو ویسی بات کہی جائے، اسی لیے موقع ومحل کا لحاظ کرتے ہوئے ایک مضمون کئی طریقوں سے پیش کیا جاتا ہے، کہیں کوئی بات اجمالاً کہہ دی جاتی ہے اور کہیں تفصیل سے بیان کی جاتی ہے، ممکن ہے کہ کسی کو اجمالی اور تفصیلی کلام کے درمیان تعارض نظر آئے، لیکن اسے تعارض نہیں کہیں گے، کیوں کہ جو کلام ایک جگہ اجمالاً پیش کیا جاتا ہے دوسری جگہ اسی کی تفصیل ہوتی ہے، مثلاً کسی مقام پر مطلق نماز کا حکم ہے، اور کسی مقام پر اوقات نماز کی تفصیل کے ساتھ حکم ہے، تو ان دونوں آیات کو آپس میں متعارض نہیں مانا جائے گا، لہٰذا آیت مبارکہ: اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ، آیت مبارکہ: وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ کے معارض نہیں ہوگی۔

(2) کہیں کوئی حکم مطلق بیان ہوتا ہے، اور وہی حکم دوسری جگہ کسی قید، شرط یا صفت کے ساتھ بیان ہوتا ہے، تو مطلق ومقید آیات باہم متعارض نظر آتی ہیں، لیکن ان آیات میں بیان کردہ احکام ایک دوسرے کے معارض نہیں مانے جائیں گے، ایسی آیات میں تطبیق کے سلسلے میں ائمہ فقہ اور علماے اصول کے مختلف مذاہب ہیں جو اصول فقہ کی کتابوں میں مرسوم ہیں۔

(3) کہیں کوئی حکم مطلقاً بیان ہوتا ہے، اور کہیں استثنائی صورت کے ساتھ بیان ہوتا ہے، دونوں آیات میں کوئی تعارض نہیں مانا جائے گا، کیوں کہ حکم مطلق میں استثنائی صورت بھی ملحوظ ہوتی ہے، جو مقتضائے حال کے پیش نظر بیان نہیں کی جاتی، اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک نے حضور اکرم ﷺ کو قرآن یاد کرانے اور آپ کے قلب اطہر میں قرآن محفوظ رکھنے کا ذکر کیا، تو ایک مقام پر مطلقاً فرمایا:

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ۔ (سورۂ قیامہ:17)

یعنی قرآن کو آپ کے سینے میں محفوظ کرنا اور آپ کی زبان پر اس کی تلاوت جاری کرنا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔ **(جاری)** ■■■

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

روزہ اور زکات کے مسائل

سوال: ایک شخص نے روزے کی منت مانی تھی، مگر اس کو یاد نہیں رہا کہ پندرہ دن کی مانی تھی یا ایک ماہ کی تو، اس صورت میں وہ کیا کرے؟

جواب: اس صورت میں احتیاط یہ ہے کہ وہ پورے ایک ماہ کے روزے رکھے تاکہ پورے طور پر اطمینان حاصل ہو جائے کہ اس نے جو منت مانی تھی وہ ضرور ادا ہو گئی اور اس کی ادائگی میں کوئی شبہ نہ رہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دَعْ مَا يُرِيْبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيْبُكَ. (صحیح البخاری، ج:۱، ص:۲۷۵، کتاب البیوع، مجلس برکات)

شبہہ کو چھوڑ کر یقین پر عمل کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: شوال کے روزے کب رکھے جائیں؟

جواب: عید کے بعد دوسرے دن سے جب چاہیں یہ روزے رکھ سکتے ہیں، بس یہ لحاظ رہنا چاہیے کہ ماہ شوال میں یہ روزے مکمل کر لیے جائیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً شوال میں چھ روزے رکھنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ مثلاً صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر ان کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے زمانے کا روزہ رکھا۔“

(الصحیح لمسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صوم ستة أيام من شوال)

اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ فضیلت شوال میں چھ روزے رکھنے کی ہے اور جب یہ ترغیب مطلق ہے تو پورے ماہ شوال میں ایک ساتھ یا الگ الگ یہ روزے رکھے گا اختیار ہے، ہاں اگر ایک ایک دن کے ناغے سے یہ روزے رکھے تو بہتر ہے۔

اگر عورتوں کو روزے رکھنے ہیں تو یہ ضروری ہے کہ وہ ایام عورتوں کی پاکی کے ہوں، یعنی نہ تو حیض کا خون آرہا ہو، اور نہ نفاس کا خون آرہا ہو، ان دنوں کے علاوہ وہ جب چاہیں پورے شوال میں روزے رکھ سکتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: آج کل کچھ جگہوں پر یہ طریقہ ایجاد کیا گیا ہے کہ شعبان کے آخری ہفتے میں استقبال رمضان کے عنوان سے کچھ لوگ جلسے یا اجتماع کرتے ہیں جس میں روزے کے فضائل و مسائل بتاتے ہیں، اس کا ثبوت سلف سے ہے یا اس زمانے کے علما کی ایجاد ہے؟

جواب: اس کا ثبوت حدیث شریف سے ہے، یہ بدعت نہیں، سنت ہے، مسلمان اگر جگہ جگہ اس کا اہتمام کریں اور لوگوں کو رمضان شریف کے فضائل و مسائل سے آگاہ کریں تو وہ اجر کے حق دار ہوں گے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن میں یہ وعظ فرمایا:

اے لوگو! تمھارے پاس عظمت والا، برکت والا مہینہ آیا، وہ مہینہ جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیے۔ حضور نے دیر تک یہ وعظ فرمایا اور رمضان کے بہت سے فضائل بیان فرمائے۔ یہ پوری حدیث بہار شریعت میں موجود ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 5، ص:950 روزے کا بیان، بحوالہ بیہقی شعب الایمان، مطبوع مجلس المدینہ)

سوال: انسان اب چاند پر پہنچ چکا ہے، ممکن ہے کوئی صورت ایسی نکل آئے کہ وہاں انسان رہنے بسنے لگیں تو وہ رمضان کے روزے کتنے دن رکھیں گے؟

جواب: ابھی تو اس کی حاجت نہیں، مگر شریعت کسی بھی صورت کے جواب سے عاجز نہیں، اگر کبھی چاند پر انسانی آبادی ہو جائے تو ظاہر یہ ہے کہ چاند برابر ان کے پیش نظر ہوگا اس لیے وہ ہمیشہ تیس دن کے روزے رکھیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: رمضان شریف میں عمرے کے لیے غروب آفتاب کے قریب جہاز نے اڑان بھری، اگر ایئر پورٹ پر رہتے تو دو تین منٹ میں روزہ افطار کر لیتے مگر پرواز کی صورت میں دیر تک سورج نظر

آثار ہا تو افطار کب کریں؟

جواب: جب یقین ہو جائے کہ سورج غروب ہو گیا، اور اندھیرا چھا جائے تب افطار کرے۔ زمین پر ہو تو جس جگہ رہتا ہے وہاں کے غروب کا لحاظ کر کے روزہ افطار کرنا ہے۔ مثلاً یوپی کا رہنے والا ممبئی چلا جائے تو اپنے یہاں کی بہ نسبت بہت دیر سے روزہ افطار کرے گا، یوں ہی زمین کا رہنے والا اگر فضاؤں میں چلا جائے تو وہاں کے اعتبار سے جب غروب ہو تب افطار کرے۔ قرآن حکیم میں مطلقاً یہ حکم دیا گیا: ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ روزے رات تک پورے کرو۔

اس اطلاق کا تقاضا یہی ہے کہ جس کے حق میں جہاں رات آئے وہ وہاں پر روزہ افطار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: سعودیہ میں ملازمت کرنے والے وہاں روزے پورے کر کے عید کرنے اپنے وطن چلے آتے ہیں، ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگ تیسواں روزہ رکھتے ہیں، اور سعودیہ سے آنے والا تیس روزے پورے کر چکا ہوتا ہے تو اب وہ کیا کرے؟

جواب: وہ بھی لوگوں کے ساتھ تیسواں روزہ رکھے۔ قرآن حکیم میں مطلقاً یہ حکم دیا گیا: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ.

تم میں سے جو رمضان کا مہینہ پائے وہ روزہ رکھے۔

اور سعودیہ سے آنے والے نے یقیناً یہاں رمضان کا مہینہ پایا، لہذا اس پر تیسواں روزہ رکھنا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: برطانیہ وغیرہ کچھ ممالک میں کچھ خاص ایام میں دن غروب ہونے کے چند گھنٹے بعد سورج طلوع ہو جاتا ہے، حالاں کہ ابھی نہ شفق غروب ہوتی ہے اور نہ صبح کاذب یا صادق طلوع ہوتی ہے۔ وہ لوگ رمضان المبارک کی راتوں میں کب تک کھا پی سکتے ہیں؟

جواب: وہ لوگ رات کا پورا وقت جوڑ کر تنصیف کر لیں، آدھی رات تک کھائیں، پئیں، اور آدھی رات کے بعد روزے کے ممنوعات سے بچیں۔ آدھی رات تک تو یقیناً رات ہے اور اس کے بعد شک ہے۔ لہذا شک والے اوقات میں کھانے پینے سے احتراز کریں، عبادات میں احتیاط پر عمل ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا یقینی طور پر روزے کو محفوظ رکھنے کی یہی صورت ہے کہ نصف شب سے پہلے تک کھائیں پئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: ہندہ ایک طلاق شدہ عورت ہے، اس نے عربی کی کتاب پڑھا کر 30 ہزار روپے اکٹھا کر لیے ہیں تو کیا اس پر بھی زکات واجب ہے؟

جواب: ہاں! اس عورت پر بھی زکات فرض ہے اور صدقہ فطر و قربانی واجب۔

جس کے پاس انگریزی زمانے کے چاندی کے چھپن روپے ہوں، یا اتنے وزن کی چاندی ہو یا اتنی قیمت کا چاندی کا زیور ہو تو اس پر زکات فرض ہو جاتی ہے۔ چاندی کا دام گھٹتا، بڑھتا رہتا ہے، اس لیے اس کی قیمت بھی گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، تو الگ الگ زمانوں میں اس کی قیمت بھی الگ الگ ہوگی۔ آج کے دن (18 فروری 2017ء) چاندی کے چھپن روپے بھر کی قیمت 7500 روپے بنتی ہے۔ آگے چل کر اس کی قیمت اس سے زیادہ یا بہت زیادہ بھی ہو سکتی ہے تو ہر زمانے کے لوگ اپنے اپنے زمانے میں اتنی چاندی کی قیمت کسی قابل اعتماد سنار سے معلوم کر کے اس کی زکات ادا کریں۔

الغرض جس عورت کے پاس اتنے روپے ہوں جو سوال میں مذکور ہیں، یا اس سے زائد ہوں اس پر فی الحال زکات بھی فرض ہے، اور قربانی اور صدقہ فطر بھی واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: زید نے اپنی پھوپھی کو ایک ہزار روپے قرض دیے، لیکن اس نے ابھی قرض کی رقم واپس نہیں کی کیوں کہ اس وقت اس کی حیثیت دینے کے لائق نہیں ہے، زید نے سوچا کہ وہ زکات کے طور پر اسے دے دوں، تو کیا اس سے زید کی زکات ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: ایسا نہیں ہو سکتا کہ قرض کے طور پر دیا تھا اور اب زکات کی نیت کر لے تو زکات ادا ہو جائے۔ زکات ایک عبادت ہے، جس طرح نماز ایک عبادت ہے اور عبادت ادا ہونے کے لیے وقت ادائیت عبادت ضروری ہے اور یہاں تو وقت ادائیت قرض تھی۔ اگر کوئی نماز کی طرح اٹھک بیٹھک کرے اور نماز کی نیت نہ کرے تو اس کی نماز نہ ہوگی اور اسی طرح سے کوئی رقم کسی محتاج فقیر کو دے دے اور دیتے وقت زکات کی نیت نہ کرے تو زکات بھی ادا نہیں ہوگی، اور جس وقت زید نے وہ روپیہ دیا تھا اس وقت اس کی نیت زکات کی نہ تھی، اس لیے اس کی زکات ادا نہیں ہوگی۔

ہاں اگر زید چاہتا ہے کہ وہ روپیہ زکات میں شمار ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ پھوپھی کو اپنے پاس سے زکات کی نیت سے زکات کا دوسرا مال دے دے اور جب پھوپھی اس پر قبضہ کر لے تو وہ ادائے قرض کی نیت سے زید کو واپس کر دے۔ اور اگر وہ واپس نہ کرے تو زید اس کے ہاتھ سے اپنے قرض کی وصولی میں لے بھی سکتا ہے۔ اس طریقے سے زکات بھی ادا ہو جائے گی اور اسے قرض کا روپیہ بھی مل جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم***

فکر امروز

اسلام اور مسلمانوں کے خونخوار دشمن

عالمی سطح پر فلسطینی مسلمانوں اور مسجد اقصیٰ کے لیے رقت خیز دعائیں ہونا چاہیے

محمد تحسین رضا نوری

مشرق وسطیٰ کے حالات اور فلسطینی عوام پر اسرائیلی بربریت کی سفاکانہ کاروائیوں اور حملوں سے دل چھلنی ہو کر رہ گیا، ہزاروں مسلمانوں کا قتل، بچوں اور عورتوں پر ظلم و ستم، مساجد و مدارس کا انہدام، قرآن کریم کی بے ادبی و گستاخی، بیت المقدس کے تقدس کی پامالی اور ان جیسی بے شمار ذلیل حرکتوں نے روح کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ہمیشہ سے ہی یہود و نصاریٰ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے جال بنتے آئے ہیں، آخر یہ خوں ریزی، قتل و غارت گری، ظلم و بربریت کا مقصد کیا ہے؟ کیا یہ لوگ اپنے مذہب کے لیے یہ سب کرتے ہیں یا اس کے پیچھے کوئی اور وجہ ہے؟ ایک مورخ نے اس کی وجہ بھی بیان کی ہے۔ ابولبابہ شاہ منصور لکھتے ہیں کہ:

"یہودیوں کا مسئلہ یہ نہیں کہ دنیا انہیں اُن کے عقیدے کے مطابق زندگی گزارنے دے، نہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ فلسطین میں انہیں ان کی آبادی کے مطابق ایک خطہ مل جائے، نہیں ہرگز نہیں! ان کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ دنیا کے ہر غیر یہودی شخص کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں، وہ صرف فلسطین میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں "عالمی یہودی ریاست" قائم کرنا چاہتے ہیں، تاکہ گلوبل ولیج (Global Village) کا پریزیڈنٹ ان کا گرینڈ آرکیٹیکٹ (Grand Architect) دجال اکبر ہو"۔ (عالمی یہودی تنظیمیں، صفحہ 10)

یہود و نصاریٰ کی یہ جماعتیں پوری دنیا کے الگ الگ خطوں میں پھیل کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف آج بھی سازشیں رچتی ہیں، جس طریقہ سے آج پوری دنیا ان کے بچھائے گئے جال میں پھنسی ہوئی ہے اس سے بظاہر ایسا لگتا بھی ہے کہ دنیا ان کے ہاتھوں میں آچکی ہے، تسخیر عالم کے اس منصوبے میں انہیں کامیابی اس لیے نہیں ملی کہ وہ خیر امت ہیں بلکہ انھوں نے بزور بازو شاطرانہ اسکیموں، اور خفیہ چالوں کے ذریعہ اس کامیابی کو حاصل کیا ہے، ظلم و تشدد، قتل و غارتگری اُن کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی، اہل یہود کے فقہی علوم نے انہیں یہ باور کرایا ہے کہ وہ خدا کی برگزیدہ قوم ہے، اُن کے لیے غیر یہودی قوموں کی جان مال اور ان کی عزت و آبرو کی کوئی حیثیت نہیں، لہٰذا قوم یہود برتری اور ریاست اسرائیل کے استحکام کے لیے جو بھی اخلاقی یا غیر اخلاقی قدم اٹھایا جائے گا وہ سب یہودی فقیہوں کے نزدیک درست ہوگا۔

عہد نبوی میں یہودیوں کی چالبازیاں:

قرآن کریم میں مسلمانوں کا سب سے بدترین دشمن یہودیوں کو ہی بتایا گیا ہے، اس لیے کہ اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کی اسکیمیں عہد رسالت ہی سے شروع ہو چکیں تھیں، کسی بھی وقت اسلام کو اُن کی فتنہ انگیزیوں اور دسیسہ کاریوں سے اطمنان میسر نہ ہوا، جیسا کہ جنگ خیبر کے وقت ایک یہودی عورت "زینت بنت الحرث" نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر دعوت دی، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما لیا، اُس نے ایک دنبہ ذبح کیا اور گوشت بھوننے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: آپ کون سا حصہ پسند فرمائیں گے، آپ نے جواب دیا کہ مجھے دست کا گوشت زیادہ پسند ہے، چنانچہ اُن نے سارے دنبہ پر زہر چھڑکا اور خاص کر دست کو زہر آلود کیا، دسترخوان پر بیٹھنے کے بعد آپ نے ایک لقمہ منھ میں ڈالا لیکن اسے نگلا نہ تھا اور ارشاد فرمایا کہ: "یہ گوشت مجھ سے کہتا ہے کہ اسے زہر آلود کیا گیا ہے لہٰذا آپ نے اس لقمہ کو اسی وقت اُگل دیا۔ حضرت بشر بن البرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک لقمہ منھ میں لیا تھا اور اسے نگل لیا تھا اس لیے آپ شہید ہو گئے تھے۔ ایک روایت کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری طور پر دنیا سے جاتے وقت آپ کو اس زہر کی تکلیف محسوس ہوتی تھی اور آپ کا وصال پر ملال بھی اسی زہر کی وجہ سے ہوا تھا۔

شیر پور کلاں، پورن پور، پیلی بھیت۔ razatahseen531@gmail.com

اب ذرا غور کریں کہ اس قوم کی غیرت اور بزدلی دیکھیں کہ اپنے حربے استعمال کرنے کے لیے عورتوں کو بھی میدان عمل میں اتار دیتے ہیں، اپنے جنگی کام بھی عورتوں سے کروا رہے ہیں، تاریخ اِن جیسے ہزاروں واقعات سے بھری پڑی ہے، شہنشاہ صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ پر کئی مرتبہ عورتوں کے ذریعہ سے ہی حملہ کیا گیا، یہ ہے یہودیوں کی چالبازیاں، ربِّ کریم ہم سب کو ان کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھے۔

عہد صحابہ میں یہود کی شرانگیزی:

ظاہری طور پر دنیا سے تشریف لے جاتے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چند وصیتیں فرمائیں، جن میں ایک وصیت یہ بھی فرمائی:

"اخرجوا اليهود من جزيرة العرب" یہود کو عرب کے جزیرہ سے باہر نکال دو۔ (بخاری شریف)

یہ وصیت ہر اس آدمی کے لیے تھی جو بارِ خلافت اٹھائے۔ چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فتنۂ ارتداد، منکرین ختم نبوت، منکرین زکوٰۃ اور کئی دوسرے استحصالی فتنوں میں الجھ گئے جو کہ اس وقت کی اہم ضرورت تھے۔ اس وجہ سے آپ اس فرمان کی طرف متوجہ نہ ہو سکے بلکہ ان کو اس کا موقع ہی نہ مل سکا۔ چنانچہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں یہ وصیت پوری فرمائی۔ 14ھ میں حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلطنت ایران کو زیر کرنے کا منصوبہ بنایا۔ قادسیہ کی فیصلہ کن جنگ نے خاندان کسریٰ کی قسمت کا فیصلہ کر دیا، جس میں ایک لاکھ سے دو لاکھ کے درمیان ایرانی مارے گئے۔ ان کی قیمتی اشیاء کسریٰ کا تخت، قالین اور انتہائی قیمتی فانوس ان کی عورتیں لونڈیاں بنا کر دربار خلافت میں بطور مال غنائم کے پیش کی گئیں۔ اس کے سورما رستم، ہرمزان، فیروزان، بہمن وغیرہ تہ تیغ کیے گئے۔ ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی، اور حق غالب آیا، لیکن یہ معاملہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ کچھ لوگوں نے بظاہر جان و مال کی حفاظت کے لیے کلمہ پڑھا، اور خفیہ طور پر اُن کی چالبازیاں جاری رہیں، غرض کہ تمام خلفاء راشدین اپنے اپنے زمانہ میں یہودیوں سے سامنہ کرتے رہے۔

جسد اطہر اور یہود:

شہنشاہ نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے دور حکومت میں یہودیوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو آپ کی قبر شریف سے نکال کر کہیں دوسری جگہ منتقل کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ جب مسلمانوں کی فوج جرمنی کے شہنشاہ کانرڈ کی نو لاکھ کی فوج کے خلاف یمن میں نبرد آزما تھی اُس دوران یہودی صوفیانہ لباس میں ملبوس ہو کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، اُن کی وضع قطع دیکھ کر کسی کو شک تک نہیں ہو سکتا تھا کہ عبادت و ریاضت کے علاوہ بھی ان کا کوئی اور مقصد ہو سکتا ہے۔ دن بھر یہ لوگ عبادت و ریاضت، صدقات و خیرات کرتے اور رات کے وقت یہ لوگ اپنے حجرے میں سرنگ کھودتے۔ ادھر شہنشاہ نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ آپ نہایت ہی عبادت گزار، نیک اور شب زندہ دار تھے، روزآنہ رات کا اکثر حصہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے پھر کچھ دیر کے لیے سوجاتے، سلطان نور الدین زنگی علیہ الرحمہ معمول کے مطابق رات کے نوافل و وظائف سے فارغ ہوئے اور بستر پر لیٹ گئے، آنکھیں کیا بند ہوئیں مقدر جاگ اُٹھا، حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور نیلی آنکھوں والے دو آدمی دکھا کر فرمایا: مجھے ان سے بچاؤ! آپ گھبرا کر اُٹھے، وضو کیا، نوافل ادا کیے اور پھر سو گئے، تین بار ایسا ہی ہوا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رات ہی میں اپنے وزیر کو بلایا، مشورہ ہوا اور اگلی صبح ہی بہت سا مال لے کر مدینہ منورہ کی جانب چل پڑے۔ 16 دن کے سفر کے بعد مدینہ منورہ پہنچے، شہر سے باہر ہی غسل کیا، پھر شہر میں داخل ہوئے، ریاض الجنۃ میں نوافل ادا کیے اور روضہ رسول پر حاضری دینے کے بعد مسجد ہی میں بیٹھ گئے۔ سب اہلِ مدینہ کو بلایا گیا کہ سلطان تشریف لائے ہیں اور نذرانے تقسیم کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ مدینہ شریف کے ہر ہر فرد کو نذرانہ دیا گیا لیکن مطلوبہ افراد نظر نہ آئے۔ پوچھنے پر بتایا گیا کہ اہل مغرب سے دو نیک متقی شخص ہیں، کسی سے کچھ نہیں لیتے بلکہ بکثرت صدقہ کرتے ہیں، رات بھر عبادت و ریاضت کرتے ہیں اور دن میں پیاسوں کو پانی پلاتے ہیں۔ انہیں حاضر کیا گیا تو سلطان نے فوراً پہچان لیا، یہ وہی بدبخت تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دکھائے تھے۔ ان سے مدینہ منوّرہ

میں آنے کا سبب پوچھا گیا، تو بولے کہ ہم تو بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہنے آئے ہیں۔ بار بار پوچھا گیا لیکن انھوں نے حقیقت نہیں بتائی۔ جب ان کے مکان کی تلاشی لی گئی تو وہاں سے ڈھیر سارا مال اور چند کتابیں ملیں۔ سلطان پریشانی کے عالم میں ٹہلنے لگا پھر اچانک زمین پر بچھی چٹائی کو ہٹا کر دیکھا، سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ چٹائی کے نیچے ایک سُرنگ تھی جو روضہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جارہی تھی، وہ دونوں بدبخت رات کو سرنگ کھودتے اور مٹی مشکیزوں میں ڈال کر قبرستان میں ڈال آتے تھے، جب وہ قبر مبارک کے قریب پہنچ گئے تو آسمان کانپ اُٹھا اور زمین میں سخت زلزلہ آیا، ایسا لگتا تھا کہ پہاڑ اُکھڑ جائیں گے، اس سے اگلی صبح ہی سلطان نور الدّین زنگی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے۔ ان کا جرم ثابت ہونے کے بعد سلطان نے ان کی گردن اڑانے کا حکم دے دیا، اور روضہ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے گرد پانی کی گہرائی تک زمین کھدوائی اور سیسہ پگھلا کر اس میں بھر دیا تاکہ آئندہ کوئی ایسی ناپاک حرکت نہ کر سکے۔ (ملخص: لالہ زار)

بیت المقدس اور یہود:

یہودی سازشیں اتنی بڑھیں کہ بیت المقدس جیسی قابل احترام اور انبیاء کرام علیہم السلام کی نشانی بھی اُن کی سازشوں کی زد میں آ گئی، اُن کی طاغوتی قوتیں شب و روز اُسے نقصان پہنچانے میں لگی ہوئی ہیں، یہود ایک طویل عرصے سے اُس کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں، مسجد کے نیچے سرنگیں کھود کر اُس کی بنیادوں کو کھوکھلا کیا جارہا ہے، 1969ء کو ایک یہودی لیڈر نے قبلہ اول مسجد اقصیٰ میں آگ لگا دی، تین گھنٹے تک مسلسل مسجد سے آگ کی لپٹیں نکلتی رہیں، جس سے مسجد کے جنوبی جانب کا ایک بڑا حصہ شہید ہو گیا، سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کا تیار کرایا ہوا تاریخی منبر بھی جل گیا۔ اُن کا یہ دعویٰ ہے کہ ارض فلسطین پر ہمارا پیدائشی حق ہے، ممتاز برطانوی مؤرخ الفرڈ جے ٹوائین بی اس دعوے کو مضحکہ خیز اور احمقانہ بتاتے ہوئے لکھتا ہے: "اٹھارہ سو برس کے بعد یہ بات ہرگز نہیں کہی جا سکتی کہ فلسطین یہود کا وطن ہے، ورنہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ ریڈ انڈینوں کی مملکت ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو برطانیہ اور دوسرے کئی ممالک کی صورت حال بالکل بدل جائے گی۔ میرے خیال سے یہود کا فلسطین پر بجز اس کے کوئی حق نہیں کہ وہ وہاں ذاتی جائیداد خرید سکتے ہیں، اُنہیں وہاں ریاست قائم کرنے کا کوئی حق نہیں، کہ یہ بیحد بدنصیبی کی بات ہے کہ وہاں مذہب کی بنیاد پر ایک ریاست قائم کر دی گئی"۔

تاریخ شاہد ہے کہ قوم یہود اپنی سازشوں اور شرارتوں کے باعث ہمیشہ نفرت و حقارت کا نشانہ بنتی رہی، اور ہر ملک نے ان کی حرکتوں سے تنگ آ کر آخر میں انہیں ملک سے باہر کر دیا، گریٹر اسرائیل کے (Greater Israel) کے صہیونی منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے یہود گزشتہ ایک صدی سے فلسطین میں آبادکاری کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں، یہودیوں کی اس نقل مکانی اور آبادکاری میں اقوام متحدہ، امریکہ اور یورپی ممالک نے ان کا پورا پورا ساتھ دیا، اور انہیں خوب مالی مدد فراہم کی، آج عالم یہ ہے کہ فلسطینی مسلمان اپنے ہی ملک میں بے بسی سے اقلیت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

دوسری طرف اسرائیل کی حدود اربعہ دن بدن ہر طرف پھیلتی جارہی ہیں، فلسطینی مسلمانوں کو اُن کو اپنے ہی ملک سے زبردستی بے دخل کیا جارہا ہے، کوئی صدائے احتجاج بلند کرے تو اسے موت کی وادی میں ڈھکیل دیا جاتا ہے، عورتوں کی عزت و ناموس کا دامن تار تار کیا جارہا ہے، چھوٹے چھوٹے بچوں کا قتل عام کیا جارہا ہے، غرض کہ انسانی حقوق کی سرعام پامالی کی جارہی ہے، آخر کب تک یہ ظلم ہوگا کبھی تو ربِ قدیر فلسطینیوں کو مکمل آزادی عطا کرے گا، ہم اور آپ کو چاہیے کہ بیت المقدس کی حفاظت کی دعا کریں، اور ان یہودیوں کے مکر و فریب اور اُن کی چالبازیوں سے بچنے کی پوری کوشش کریں، اُن تمام رسموں اور رواجوں کو چھوڑیں جن کی ابتدا یہود و نصاریٰ نے کی، اُن تمام چیزوں کے استعمال سے بچیں جو یہودیوں کی بنائی ہوئی ہوں، اور ربِ قدیر سے ایمان پر خاتمے کے دعا کرتے رہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو شیطانی مکر و فریب سے محفوظ رکھے، اور ایمان پر خاتمہ عطا فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

□□□

شعاعیں

بنگال میں مسلمانوں کے مسائل

مفتی محمد ساجد رضا مصباحی

مسلمان ملک کے ہر صوبے میں طرح طرح مسائل سے دوچار ہیں، کہیں ان کے تحفظ کا مسئلہ ہے، کہیں ان کے معاش اور روزگار کا مسئلہ ہے، کہیں ان کے ساتھ مذہبی تعصب کا مسئلہ ہے، کہیں انھیں اپنی بقا کی جنگ لڑنی پڑرہی ہے تو کہیں سیاسی وجود کو ثابت کرنے کے لیے جدوجہد کرنی پڑرہی ہے اور کہیں یہ سارے مسائل ایک ساتھ مسلمانوں کا دائرۂ حیات تنگ کر رہے ہیں۔ بنگال ملک کا ایک اہم صوبہ ہے، جو تہذیب وثقافت، امن وآشتی، اخوت ومحبت، سماجی ومعاشرتی ہم آہنگی اور علم وادب کے حوالے سے جانا جاتا ہے، یہاں کے مسلمان قومی سیاست میں ہمیشہ موضوع بحث رہتے ہیں، مغربی بنگال میں سرکاری اعداد وشمار کے مطابق 27 فیصد اور غیر سرکاری ذرائع کے مطابق 30 فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے۔ مالدہ، مرشد آباد اور اتر دیناج پور خاص طور سے مسلم اکثریتی اضلاع شمار ہوتے ہیں۔ بنگال کے مسلمان آزادی کے بعد سے ہی مسائل کے شکار رہے ہیں، 75 سالوں میں کئی سیاسی پارٹیوں نے بنگال پر حکمرانی کی، حکومتیں بدلیں لیکن مسلم مسائل جوں کے توں رہے، ان 75 سالوں میں یہاں کے مسلمان نہ تو تعلیم کے میدان میں خاطر خواہ آگے بڑھ سکے اور نہ ہی معاشی اعتبار سے مستحکم ہو سکے، وہ کل بھی سیاسی پارٹیوں کے لیے ووٹ بینک تھے اور آج بھی ان کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ تقسیم وطن کے بعد سے ہی جان بوجھ کر مرکزی اور ریاستی حکومتوں نے مغربی بنگال کے مسلمانوں کو پس ماندگی اور غربت وجہالت میں چھوڑ دیا ہے، خود مسلمانوں نے بھی 75 سال سے اس افسوس ناک غربت سے نکلنے کے لیے کوئی خاص جدوجہد اور محنت ومشقت نہیں کی ہے۔ المیہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان کوئی ایسا ترقی پسند قائد نہیں ابھرا جو ان کے اندر انقلابی روح پھونک سکے، جتنے بھی سیاسی قائدین ان علاقوں سے منتخب ہو کر اسمبلی اور پارلیمنٹ میں نمائندگی کرتے رہے، انہیں مسلمانوں کی عمومی صورت حال سے کوئی سروکار نہیں رہا اور نہ ہی مسلمانوں کو پسماندگی سے نکالنے کے لیے کوئی ٹھوس اقدامات کیے۔

تعلیم، صحت، ٹرانسپورٹ، معاش، روزگار، ملازمت اور زندگی کے ہر شعبے میں یہاں کے مسلمان پچھڑے ہی رہے، یہ کوئی پانچ دس سال کی غلط پالیسیوں کا نتیجہ نہیں بلکہ ساٹھ ستر سال کی بے توجہی کا شاخسانہ ہے۔ مسلم علاقوں کی بدتر صورت حال کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ ہمارے ضلع اتر دیناج پور میں 2011ء کی مردم شماری کے اعتبار سے 49.92 فیصد مسلم آبادی ہے، حالاں کہ غیر سرکاری اعداد وشمار کے اعتبار سے یہاں تقریباً 60 فیصد مسلم آبادی ہے، اس کثیر مسلم آبادی والے ضلع میں تعلیمی اداروں کی شدید قلت ہے، آج بھی اتر دیناج پور کے کئی بلاک ایسے ہیں جہاں بچوں اور بچیوں کو ہائی اسکول کی تعلیم کے لیے دس سے پندرہ کلومیٹر کی مسافت روزانہ طے کرنی پڑتی ہے، کئی بار سڑک حادثات بھی رونما ہوتے ہیں اور بچیاں تحفظ کے مسائل کی شکار ہوتی ہیں، ان علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے اعلیٰ تعلیم کا حصول مزید مشکل ہو جاتا ہے، انھیں گریجویشن کے لیے بھی بڑی مشقتوں کا سامنا ہوتا ہے، ہائی اسکول کی تعلیم جیسے تیسے مکمل کرنے کے بعد اکثر بچے کشن گنج بہار کا رُخ کرتے ہیں جہاں ان کے ساتھ کئی طرح کے مسائل پیش آتے ہیں، مائیگریشن کارڈ کے لیے دفاتر کا چکر لگانا پڑتا ہے۔ ابتدائی تعلیم کے لیے جو پرائمری اسکول ہیں ان کا نظام تعلیم اس قدر غیر منظم ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو ان اسکولوں میں بھیجنا گوارہ نہیں کرتے، ادھر چند سالوں سے مڈ ڈے میل اور سرکاری وظائف نیز مفت ڈریس کے نام پر کچھ بچے ان اسکولوں میں جانے لگے ہیں لیکن وہ بھی ''کھچڑی خوری'' تک ہی محدود ہے۔ سچر کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ پرائمری اسکولوں میں مسلم بچوں کی شرح 50 فیصد کے قریب ہے جو مڈل اسکول جا کر 26 فیصد ہو جاتا ہے اور ہائی اسکول تک صرف 12 / فیصد مسلم بچے ہی پہنچ پاتے ہیں۔ اس رپورٹ کے بعد اقتدار کی کرسی تو بدلی لیکن اس بدتر تعلیمی صورت حال کو سدھارنے کے لیے خاطر خواہ کوشش نہیں ہوئی۔ یہاں کے سیاسی قائدین نے کبھی

استاذ دارالعلوم غریب نواز داہو گنج، کشی نگر، یوپی

بھی تعلیم اور تعلیم گاہوں کے مسائل کو ترجیحی طور پر حل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس جُرم میں یہاں کی عوام بھی برابر کی شریک ہے، عوام بھی سیاسی قائدین سے پُرزور انداز میں اعلیٰ تعلیمی اداروں کی مانگ نہیں کرتی، عوام کی اکثریت نفع عاجل پر یقین رکھتی ہے، جو چھوٹی موٹی اسکیموں سے پورا ہوجاتا ہے، نسلوں کی بقا اور مستقبل کی تاب ناکی ان کے نزدیک معنی نہیں رکھتی، اپنے قیمتی ووٹوں کو دو چار سو میں بیچنے والے ووٹر اپنے سیاسی قائدین سے مضبوط انداز میں کس منھ سے مطالبہ کریں گے۔

2001ء کی مردم شماری کے مطابق مغربی بنگال کے مسلمانوں میں تعلیمی شرح 57.7 فیصد ہے مگر 2011ء کی مردم شماری میں تعلیمی شرح بڑھ کر 68.74 فیصد ہوگئی ہے جب کہ قومی سطح پر مسلمانوں میں تعلیمی شرح 68.53 فیصد ہے۔ مردم شماری کے اعداد و شمار کے مطابق بنگال میں 6.15 کروڑ افراد تعلیم یافتہ ہیں یعنی کل آبادی کا 68.53 فیصد افراد تعلیم یافتہ ہیں، جس میں 4.5 کروڑ ہندو شامل ہیں بقیہ 23.4 فیصد افراد مسلمان ہیں۔ ریاست میں کل 2.9 کروڑ افراد غیر تعلیم یافتہ ہیں جس میں 1.86 کروڑ افراد ہندو ہیں اور 1.2 کروڑ مسلمان ہیں۔ مغربی بنگال میں مسلمانوں کی آبادی 27.01 فیصد ہے یعنی ریاست میں 9.12 کروڑ مسلم آبادی ہے۔ مردم شماری کے اعداد و شمار یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ریاست کے 41.5 فیصد مسلمان پڑھنا لکھنا نہیں جانتے ہیں۔

[یہ اعداد و شمار– https://urdu.news18.com سے ماخوذ ہیں]

صحت کا شعبہ پورے ملک میں لوٹ کھسوٹ کا شعبہ بن گیا ہے، سرکاری اور غیر سرکاری دونوں طرح کے اسپتالوں میں مریضوں کے ساتھ جو ظلم و زیادتی ہوتی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، بنگال کے مسلم علاقے اور مسلم آبادیاں خاص طور سے ان مظالم کا شکار ہیں، دیہی علاقوں میں ابتدائی علاج کے لیے جو ہیلتھ سینٹر بنائے گئے ہیں وہ محض شو پیس بن کر رہ گئے ہیں، ڈاکٹر اکثر غائب رہتے ہیں، افسران کی لاپروائی سے گورنمنٹ کی جانب فراہم کی جانے والی طبی سہولیات عوام تک نہیں پہنچ پاتیں، بلاک سطح کے اسپتالوں کی صورت حال بھی ناگفتہ بہ ہے، یہاں دلالوں کی بالادستی چلتی ہے، علاج کے نام پر کوئی سہولت دستیاب نہیں ہے، چھوٹے موٹے مریضوں کو بھی ضلع اسپتال ریفر کرنا یہاں کے ملازمین کے روز کا کھیل ہے۔ ہمارے ضلع اتر دیناج پور کے اکثر افراد بہتر علاج کے لیے کشن گنج اور پورنیہ کے پرائیوٹ کلینک جانے پر مجبور ہیں، جب کہ یہاں کے ڈاکٹر "معالج" کم "قصائی" زیادہ ہیں، معمولی سردی کھانسی کے مریض کو دن بھر لائن میں بٹھا کر تین ہزار سے کم میں واپس نہیں آنے دیتے، روز تین سے چار سو کمانے میں والا مزدور دس بارہ دن کی کمائی ایک ہی دن میں ان ظالم ڈاکٹروں کی جھولی میں ڈال آتا ہے، ایسے میں ان مسلمانوں کے یہاں معاشی خوش حالی کیسے آئے گی؟۔ حکومت کی ذمے داری ہے کہ سرکاری اسپتالوں کو فعال بنائے، قابل ڈکٹروں کو تعینات کرے، اور غفلت برتنے والے ڈاکٹروں کو کڑی سے سزا دے۔ حکومت نے صحت کے شعبے کو مستحکم بنانے اور مریضوں کو مفت علاج فراہم کرنے کے لیے حال ہی میں کئی اسکیمیں لانچ کی ہیں، ان اسکیموں سے یہ شعبہ کس قدر مستحکم ہوگا یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔

بنگال میں سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کی حصے داری کا مسئلہ بہت پرانا ہے، کمیونسٹ حکومت نے اپنے طویل دورِ اقتدار میں بنگال میں امن وامان قائم رکھنے میں تو کامیابی حاصل کی، لیکن مسلمانوں کو دانستہ یا نادانستہ ہر میدان میں بہت پیچھے کر دیا، تین دہائی سے زائد کمیونسٹ پارٹی کی حکومت یہاں رہی، ان تین دہائیوں کے اندر مسلمان نہ تو تعلیم کے میدان میں آگے بڑھ سکے اور نہ سرکاری ملازمتوں میں ان کی حصے داری رہی، یہی وجہ ہے کہ 2006ء میں جب سچر کمیٹی کی رپورٹ آئی تو بنگال میں مسلمانوں کی بدترین صورت حال کا صحیح نقشہ دنیا کے سامنے آیا۔

2006ء میں بایاں محاذ کے دور حکومت میں جسٹس راجندر سچر کمیٹی کی رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ بنگال کی سرکاری ملازمتوں میں [گروپ اے اور بی] میں مسلمانوں کی شرح 4.7 فیصد، گروپ سی اور ڈی میں مسلمانوں کی نمائندگی کی شرح 2 فیصد یعنی اوسطاً سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کی شرح نمائندگی 3.4 فیصد ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو گزشتہ ایک دہائی میں مسلمانوں کی سرکاری ملازمت میں دو فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ڈیڑھ دہائی میں نمائندگی کی شرح میں محض 2 فیصد کا اضافہ ہوا ہے تو پھر آبادی کے لحاظ سے یکساں مواقع ملنے میں تو صدیاں بیت جائیں گی۔

اب ریاست میں گیارہ سالوں سے ترنمول کانگریس کی حکومت ہے، جو نسبتاً فرقہ پرست سیاسی پارٹیوں سے بہتر اور مسلمانوں کے مفادات کے تئیں قدرے سنجیدہ ہے، ان گیارہ سالوں میں بنگال

حکومت کی جانب سے کئی قابل تعریف کام بھی ہوئے ہیں، یہی وجہ ہے یہاں کے مسلمانوں نے تیسری بار ترنمول کانگریس کی حکومت بنانے میں اہم رول ادا کیا ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے بنیادی مسائل آج بھی اسی حال پر ہیں جوں بایاں محاذ کے دورِ حکومت میں تھے، تعلیم اور روزگار کے مسائل سب سے بنیادی حیثیت کے حامل ہیں، واضح اکثریت کے ساتھ بنگال کی اقتدار کی کرسی پر تیسری بار براجمان ہونے کے بعد بھی اگر ترنمول کانگریس مسلمانوں کے ان مسائل کی طرف خصوصی توجہ نہیں دیتی ہے تو یہاں کے مسلمانوں کو راشٹریہ سہارا پورٹل میں شائع فاروق اعظمی صاحب کے اس تجزیے پر یقین ہونے لگے گا کہ:

”کہ ترنمول کانگریس نے اپنی 10 برسوں کی حکومت میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور انہیں مین اسٹریم میں لانے کی کوئی کوشش ہی نہیں کی ہے اور نہ سچر کمیشن کی سفارشات کے مطابق کوئی عملی اقدام کیا ہے۔ مسلمانوں میں تعلیم کی شرح بھی وہی ہے جو آج سے دس سال قبل بایاں محاذ کے زمانے میں تھی۔ نئے اسکول، کالج کھولے جانے کے بجائے درجنوں اسکول بند ہو چکے ہیں۔ خاص کر مسلم اکثریتی اضلاع میں صورت حال انتہائی سنگین ہے۔ روزگار کے معاملے میں بھی مسلمان پوری ریاست کے منظر نامہ سے غائب ہیں۔ اضلاع کی مسلم آبادی کی ماہانہ فی کس آمدنی 2500 سے 3000 ہزار روپے کے درمیان ہے۔ روزگار کے لیے لاکھوں کی تعداد میں مسلم نوجوان دوسری ریاستوں میں ہیں۔“ [سیاسی کش مکش میں مبتلا بنگال کے مسلمان۔از: فاروق اعظمی۔https://roznamasahara.com/]

بنگال کے مسلمانوں کا ایک بڑا مسئلہ معاش اور روزگار ہے، یہاں روزگار کے مواقع فراہم نہ ہونے کی وجہ سے انھیں دوسرے صوبوں کا رخ کرنا پڑتا ہے، جہاں ان کے ساتھ توہین آمیز رویہ اختیار کیا جاتا ہے، مسلم علاقوں میں فیکٹریاں نہ ہونے کے برابر ہیں، مزدور طبقے کے پاس کھیتی باڑی کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں ہے، اچھے خاصے پڑھے لکھے نوجوان بھی ملازمت اور اپنے وطن میں ذریعہ معاش نہ ہونے کے سبب دوسرے صوبوں میں دھکے کھا رہے ہیں۔

سرکاری دفاتر میں مسلمانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں ہوتا، افسر شاہی بنگال میں بایاں محاذ کے دورِ حکومت میں بھی تھی، آج بھی ہے، افسران جان بوجھ کر کاموں کو لٹکاتے ہیں، ٹال مٹول ان کی روش بن چکی ہے، گاؤں دیہات کے سیدھے سادے افراد چھوٹے موٹے کاموں کے لیے کئی کئی دنوں تک آفس کا چکر لگاتے ہیں، پنچایت آفس تک کے تیسرے درجے کے ملازم بھی سیدھے منھ بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، اعلیٰ افسران کی تو بات ہی الگ ہے، پولیس کا محکمہ رشوت خوری اور دلالی سارے محکموں کو پیچھے چھوڑ چکی ہے، الیکشن سے قبل ترنمول کانگریس نے اس سلسلے میں ایک اچھی پہل ”دوارے سرکار“ کے نام سے کی تھی، اس مثبت پیش رفت کو ہمیشہ باقی رکھنا چاہیے اور ہفتے میں ایک دن ہر پنچایت کے تحت کیمپ لگا کر مسائل کا تصفیہ کرنا چاہیے، مسلم علاقوں میں بینکوں کی بھی شدید قلت ہے، آج ہر فرد کا بینک اکاؤنٹ لازمی ہو گیا ہے، ایسے میں انھیں کئی کئی کیلو میٹر کا سفر کر کے بینکوں کی لمبی قطاروں میں گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا ہے، اس مسئلے کا حل حکومت کو ترجیحی بنیادوں پر نکالنے کی ضرورت ہے۔

چند سال قبل سے ممتا حکومت ائمۂ مساجد اور موذنین کو مشاہرے دے رہی ہے، یہ ایک اچھی پیش رفت ہے، لیکن اسے وقف بورڈ کی عارضی اسکیم کے تحت نہ رکھ کر اس سلسلے میں باضابطہ بل پاس کر کے ان ائمہ کی ملازمت کو مستقل کر دینی چاہیے، اگر ایسا نہیں ہوا تو مستقبل میں کوئی دوسری حکومت آنے پر اس اسکیم کو ختم کرنے میں ذرا بھی وقت نہیں لگے گا۔ اس اسکیم میں کئی طرح کے اصلاحات کی ضرورت ہے، اکثر مساجد میں ائمہ کرام اپنے فرائض انجام نہیں دے رہے ہیں، اس سلسلے میں حکومتی سطح پر نگرانی اور جانچ پڑتال کا بھی کوئی نظم نہیں ہے، جس کی وجہ سے آئے دن تنازعات پیدا ہو رہے ہیں، اکثر مساجد میں اسی وجہ سے اختلاف وانتشار کی صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔

بنگال کے مسلمانوں کا ایک اہم مسئلہ ان کی شناخت اور ان کی شہریت کا ہے، بنگلہ دیشی دراندازوں کے بہانے صدیوں سے یہاں آباد مسلمانوں کو بھی بنگلہ دیشی ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے، بلکہ ڈرایا اور دھمکایا جاتا ہے۔ 2019ء میں جب این آر سی کا اعلان ہوا تو سب سے زیادہ خوف وہراس بنگالی مسلمانوں ہی کے تعلق سے پھیلایا گیا، سارے ثبوت اور دستاویزات کو پس پشت ڈال کر انھیں بنگلہ دیشی قرار دینے کی سازش انتہائی تکلیف دہ ہے، یہاں کے مسلمان اس سلسلے میں بہت ہی اضطراب کے شکار ہیں، اور جوں جوں این آر سی کی سرگرمیاں تیز ہوتی ہیں، مسلم سماج کی بے چینی بھی بڑھ جاتی ہے، ان کے درمیان عدم تحفظ کا احساس بڑھنے لگتا ہے، یقیناً بنگال کے مسلمانوں کو اس اضطرابی کیفیت سے نکالنے کے لیے ریاستی و مرکزی حکومت کو خاطر خواہ اقدام کرنا چاہیے۔ ❁❁❁

یادِ رفتگاں

چمپارن کا ایک گُم نام عالمِ ربّانی:
مولانا سیّد عبدالحکیم نقش بندی

ڈاکٹر محمد ولی اللہ قادری

سرزمینِ بہار کا خطۂ چمپارن علمی، ثقافتی اور مذہبی ہر لحاظ سے تاریخی ہے۔ خطۂ چمپارن کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ ہر دَور میں وہ بزرگوں اور اہالیانِ تصوّف کے فیض سے مالا مال رہا ہے۔ یہ خطہ درگاہ شاہ ارزاں عظیم آباد، پٹنہ کے زیرِ جاگیر رہا۔ اس خاک سے بڑے بڑے علما، نقبا اور نامور شخصیات پیدا ہوئیں، لیکن یہ تلخ حقیقت بھی ہے کہ اس خطّے کے بہت سے علما و شعرا اور بزرگانِ دین آج بھی پردۂ خفا میں ہیں۔ ان شخصیات میں شاگردِ ملک العلما حضرت مولانا سید ابو نعیم محمد عبدالحکیم نقشبندی علیہ الرحمۃ بھی شامل ہیں جن کا تخلص 'ارمان' ہے۔

مولانا سید عبدالحکیم نقشبندی کی شخصیت شریعت و طریقت کا مجمع البحرین تھی۔ حضرت ارمان کی شخصیت دو وجوہات کے سبب راقم الحروف کے لیے قابلِ توجہی ہے۔ اولاً آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے نامور خلیفہ و شاگرد حضرت ملک العلما کے شاگرد رشید تھے۔ ثانیاً راقم الحروف کا وطنی تعلق حضرت کے دیارِ وطن سے ہے۔

مولانا عبدالحکیم نقشبندی کی پیدائش 1907ء میں ہوئی۔ مقام پیدائش موضع بانس گھاٹ ٹولہ کوندھیا پوسٹ بھون چھپرہ وایا پاراچکیا ضلع مشرقی چمپارن ہے۔ بعض کتب میں 1908ء بھی سال پیدائش درج ہے۔ آپ کے والد بزرگوار سید محمد کریم بخش تھے۔ اسی طرح جد امجد میر الٰہی بن میر بشارت بن میر عبداللہ تھے اور آپ کا سلسلۂ نسب حضرت غوث پاک سیدنا محی الدین جیلانی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔

آپ کے خاندانی احوال و کوائف پر روشنی ڈالتے ہوئے جناب معین شاہد لکھتے ہیں:

"آپ (مولانا ارمان نقشبندی) کا سلسلۂ نسب مولانا جمال الدین کوڑہ، جہاں آباد لکھنؤ علیہ الرحمۃ سے ملتا ہے۔ ان کی اولاد کو حضرت مخدوم قتال رحمۃ اللہ علیہ نے بحیثیت امام مسجد واقع چوکی قتال پورہ چھپرہ بلایا تھا اور ان کا خاندان اس علاقہ میں آباد ہو گیا۔ اس خاندان کی علمی و دینی شہرت کا شہرہ دور دور تک ہوا اور بالآخر بتیا مہاراجہ نے ان کے پر دادا کو مسجد کی امامت پر بلوا کر فائز کیا اور نرکٹیا گنج کے علاقہ میں بڑی بڑی جاگیروں سے نوازا۔ مہاراجہ بتیا بڑے علم دوست تھے اور عالموں اور شاعروں کے قدرداں تھے۔ تعصب نام کو نہ تھا۔ انھیں خاص کر مسلمان صوفیاے کرام اور علما سے دلی تعلق تھا۔ انگریزوں نے (Couit of words) کے زمانہ میں ان کی جاگیریں چھین لیں۔ اور انھیں اتنا ستایا کہ عاجز ہو کر انھیں اس علاقہ کو چھوڑنا پڑا اور کوندھیا میں جا کر آباد ہوئے۔"

[ماہنامہ اشارہ پٹنہ۔ مئی 1962ء۔ صفحہ 21]

مولانا سید عبدالحکیم ارمان نقشبندی کی ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی سید آرش حسین مرحوم سے ہوئی۔ متوسطات درجات یہاں تک کہ مولویت تک کی تعلیم مدرسہ اسلامیہ موتی ہاری مشرقی چمپارن سے حاصل کی اور وسطانیہ کے امتحان میں ضلع بھر میں اول آنے پر خان بہادر محمد جان مرحوم کے ذریعہ مڈل حاصل کیا۔ بعدہٗ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ تشریف لے گئے اور وہاں سے اعلیٰ سند حاصل کی۔ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے اساتذہ میں سب سے زیادہ عزیز ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کی نظر میں رہے۔ یہاں تک کہ مولانا کو ملک العلما نے اپنے اکلوتے شہزادے پروفیسر مختار الدین احمد آرزو مرحوم کا ٹیوٹر مقرر فرمادیا۔ جیسا کہ مشہور محقق پروفیسر مختار الدین احمد آرزو رقم طراز ہیں:

"مولانا عبدالحکیم ارمان سے میری ملاقات 1933ء میں ہوئی۔ آج (2005ء) سے 72 سال ہو گئے لیکن ان سے پہلی ملاقات آج تک یاد ہے۔ وہ اسی سال کچھ دن پہلے اپنے وطن بتیا (موتی ہاری شمالی بہار) سے متوسطات کی تعلیم ختم کر کے اعلیٰ تعلیم کے لیے پٹنہ آئے اور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں درجہ عالم میں داخل ہوئے۔ وہاں کے اساتذہ میں سب سے پہلے جس استاد سے ان

استاد، گورنمنٹ انٹر کالج (ضلع اسکول)، چھپرا، بہار

کا سابقہ ہوا وہ میرے والد محترم مولانا محمد ظفر الدین قادری علیہ الرحمۃ تھے۔ وہ درگاہ شاہ ارزاں کے متّصل محلّہ شاہ گنج میں 'ظفر منزل' میں قیام پزیر تھے جہاں ان کے تلامذہ و معتقدین احباب و مخلصین اور ان سے استفادے کے لیے شہر کے لوگ بغیر کسی تکلف کے آتے جاتے تھے۔ عبد الحکیم صاحب کا داخلہ تو مدرسے میں ہو گیا لیکن مدرسے کے ہوسٹل 'شیش محل' اور وہاں کی دوسری اقامت گاہوں میں انھیں جگہ نہ مل سکی۔ والد مرحوم نے ان کی مشکل آسان کر دی۔ وہ درگاہ شاہ ارزاں کے سجادہ نشین شاہ حامد حسین کے چھوٹے بھائی شاہ عاشق حسین کے استاد اور اتالیق مقرر کر دیے گئے جو ابھی تک مدرسے میں داخل نہیں کیے گئے تھے اور گھر پر ہی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اس طرح ان کے قیام و طعام کا مناسب انتظام ہو گیا۔ عبد الحکیم ارمان صاحب کی فرض شناسی اور ان کے حسن اخلاق سے سجادہ نشین صاحب متاثر ہوئے۔ اس طرح وہ کئی سال درگاہ شاہ ارزاں میں مقیم رہے۔ کچھ دنوں تک وہ درگاہ کی مسجد کی امامت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ اس طرح وہاں کے لوگ مواعظۂ حسنہ سے بھی مستفید ہوتے رہے۔" [الہام ارمان، مرتب سید ابو ارشد، ناشر آستانۂ امینیہ محلّہ بسوریا، بتیا مغربی چمپارن بہار، صفحہ 14، سنہ اشاعت 2005ء]

پروفیسر مختار الدین احمد آرزو مزید لکھتے ہیں:

"سال ٹھیک یاد نہیں شاید 1934ء ہو۔ میں مدرسے میں مولوی سال دائم کا طالب علم تھا۔ ایک درسی کتاب کے موضوع سے مجھے بالکل دلچسپی نہیں تھی۔ کتاب شاید شرح ہدایت الحکمت تھی۔ استاد آتے اور سبق پڑھا کر چلے جاتے طلبا آپس میں بیٹھ کر نوٹس بناتے۔ انھیں رٹ لیتے اور امتحان میں کامیاب ہو جاتے۔ طالب علموں میں اس موضوع کا ذوق پیدا کر دینا اساتذہ کے فرائض میں نہیں سمجھا جاتا تھا۔ والد مرحوم نے عبد الحکیم صاحب کو جوان کے پاس اکثر آیا کرتے تھے میرا ٹیوٹر مقرر کر دیا۔" [ایضاً صفحہ 17-16]

زیر نظر اقتباس میں شاید کا لفظ کثرت سے استعمال ہوا ہے اس کے باوجود اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ مولانا عبد الحکیم ارمان کی تعلیم مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں ہوئی ہے جیسا کہ خود اپنے شعر میں مولانا ارمان فرماتے ہیں:

برجستہ اب تو لکھتا ہے ارمان تو غزل
تعلیم تیری سچ ہے کہ شمس الہدیٰ کی ہے

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنے وطن میں تشریف لائے اور چمپارن کی علمی و ادبی مقام بتیا (مغربی چمپارن کا ہیڈ کواٹر) کو اپنی خدمات کا مرکز تجویز فرمایا۔ کے آر مشن اسکول، بتیا میں ہیڈ مولوی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ اور اخیر عمر تک اسی ادارے سے وابستہ رہ کر مذہبی و ملّی اور ادبی خدمات انجام دیتے رہے۔ 1945ء میں بزم ادب، بتیا کے صدر منتخب ہوئے اور عمر طبعی سے قبل ہی 27 نومبر 1952ء کو اللہ کے پیارے ہو گئے۔ آستانۂ امینیہ محلّہ بسوریا، بتیا مغربی چمپارن بہار میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

مولانا ارمان ایک صوفی، سالک، زاہد اور متقی عالم تھے۔ آپ 1942ء میں مولانا سید شفیق نقشبندی سندیلوی خلف ثانی حافظ محمد صدیق عرف چھوٹے بھیا کے ہاتھ پر بیعت کی۔ روحانی سلسلہ کی تعلیم ہر چند حضرت مولانا محمد امین خانقاہ امینیہ بسوریا، بتیا سے حاصل کی لیکن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور ملک العلما کی فکر یعنی مسلک اہل سنت پر سختی سے قائم رہے اور تاعمر بدعقیدوں کی اصلاح فرماتے رہے۔ اس بات کا اندازہ ہی نہیں بلکہ یقین ان کی شعری باقیات اور ایک خط سے ہوتا ہے۔ مولانا ریاض احمد [دیوبندی] خلیفہ شاہ نعمت اللہ کو لکھتے ہیں:

"ہاں ایک بات گرچہ فخر و مباہات کی ہے، کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اپنے خاندان پر غرور، اسلام کی محبت، امّتِ محمدیہ پر شفقت اور حبِ نبی اور نور احدیت کا کیا عجب کہ ابتدائے آفرینش میں جب میں ذریاتی شکل میں تھا، فدائی نہیں سودائی بلکہ اظہارِ حقیقت کے لیے لفظ نہیں۔ اولیاء کے فیوض کا قائل ہوں۔ حضرت جیلانی سے خونی لگائو کے ساتھ ساتھ قلبی لگائو۔ ہر آن مصیبت ہو یا خوشی، یا روح قادر المدد، یا حسین و حسن المدد کی رٹ لگاتا ہوں۔" [ماہنامہ اشارہ، پٹنہ، مئی 1962ء]

مولانا عبد الحکیم نقشبندی ارمان جہاں ایک صوفی عالم اور ماہر تدریس تھے وہیں آپ نے قلم سے بھی تعلق رکھا۔ نثر میں آپ کی ایک کتاب 'دیہات کی کہانی ارمان کی زبانی' یادگار تھی لیکن وہ کتاب اب نایاب ہے۔ جب کہ نظم و شاعری میں آپ کا شعری مجموعہ 'الہام و ارمان' ہے۔ حضرت ارمان کی شخصیت اور ادبی خدمات کے حوالے سے ڈاکٹر شمس الحق نے بجا لکھا ہے کہ:

"سید عبد الحکیم ارمان کی زندگی اور تخلیقات کا تجزیہ ایک خاصا دشوار مرحلہ ہے۔ موصوف کا انتقال آج سے 53 سال قبل محض 44

سال کی عمر میں ہو چکا ہے اور اکلوتے وارث سید ابو رار شد ایڈوکیٹ والد کے انتقال کے وقت محض آٹھ ماہ کے تھے۔ اسی لیے یہ بھی میری طرح آنکھوں دیکھی کوئی بات کہنے سے قاصر ہیں۔ اس لیے ان کا کلام ہی وہ آخری سہارا ہے جس کے مطالعے سے ان کی ذہنی کیفیات اور شاعرانہ معیار طے کیا جا سکتا ہے۔ ایک بات جو حیرت سے خالی نہیں کہ یہ مولانا ارمان متعلم، معلم، مبلغ اسلام، بحر شعر و سخن کے شناور اور راہ طریقت کے جذب و سلوک کے تمام کردار نبھا کر محض 44 سال کی عمر میں اپنے رب سے جا ملتے ہیں کیوں کر ممکن ہوا اور آخر کار ذہن اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ:

جسے چاہے مالک رنگ و بو
اُسے بے خودی میں نواز دے

ورنہ بتیا جیسی چھوٹی جگہ میں جہاں شعر و ادب کا ماحول ساز گار نہ ہو، وہاں رہ کر شعر و سخن کے ایسے گل بو۔ کھلانا اور چمن بندی کرنا مولانا ارمان جیسے ہی سے ممکن ہے۔" [الہام ارمان صفحہ۔ 41-40]

مولانا سید عبد الحکیم نقشبندی علیہ الرحمۃ کے عقائد و نظریات کی تفہیم میں ان کا شعری مجموعہ 'الہام ارمان' یقینی طور پر ممدود و معاون ہے۔ 'الہام ارمان' میں حضرت ارمان کی دو نعتیں، تیس نظمیں اور سر سٹھ غزلیں شامل ہی۔ کتاب کا مرتب جناب سید ابو ارشد ایڈوکیٹ ہیں۔ 'الہام ارمان' میں حضرت ارمان کی تخلیقات سے پہلے 'عرض حال' کے عنوان سید ابو ارشد کی تحریر ہے جس میں مجموعہ کے ترتیب و تدئین و اشاعت پر روشنی ڈالی ہے۔ پروفیسر مختار الدین احمد آرزو نے کچھ 'ذاتی تاثرات' کے عنوان سے غیر معمولی معلومات فراہم کی ہیں۔ پروفیسر آرزو کی تحریر کی انفرادیت یہ ہے کہ جن باتوں کی انھوں نے اطلاع دی ہے کوئی دوسرا نہیں دے سکتا۔ حضرت آرزو نے ایک انٹرویو میں بر ملا اظہار کیا ہے کہ آرزو کا تخلص حضرت مولانا سید عبد الحکیم ارمان کی دین ہے۔ ڈاکٹر خورشید سمیع نے حضرت ارمان کی نظموں کا بہترین تجزیہ پیش کیا ہے جب کہ ڈاکٹر شمس الحق نے صوفیانہ شاعری کے حوالے سے حضرت ارمان کی فکر و فن پر معتدل نظریہ پیش کیا ہے۔ سید ظفیر عالم نے اپنے چچا حضرت ارمان کے اخیر عمر کے حالات کو بہترین انداز میں پیش کیا ہے۔ بہر کیف! حضرت ارمان کی پہلی نعت سات اشعار پر مشتمل ہے جب کہ دوسری نعت میں گیارہ اشعار ہیں۔ کل اٹھارہ اشعار کے ذریعے حضرت ارمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی و مدنی زندگی کے نقوش کو پیش کیا ہے۔ حضرت ارمان نے اپنی نعت گوئی میں عقائد اہل سنت کی بھرپور ترجمانی کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اہل بیت اطہار کے متعلق اشعار بھی ہمیں خاص متوجہ کرتے ہیں۔ تبر کاً چند اشعار دیکھیں:

مریضان محبت کی بظاہر تو دوا تم ہو
مسیحا دیکھنے میں ہو، اناالحق کی ادا تم ہو
لحد میں ہوگا پورا دید کا ارمان بھی ارماںؔ
طلب صادق جو دل میں ہے، کہاں اہل خطا تم ہو

"الہام ارمان" میں منظومات کے تحت تیس نظمیں مختلف عناوین سے ہیں۔ ان نظموں کے موضوعات میں بھرپور تنوع ہے۔ 'آزادی کی دلہن' پہلی نظم ہے۔ اس نظم میں حضرت ارمان نے مجاہدین آزادی کی قربانیوں کو یاد کرتے ہوئے ایک سچے محب وطن ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ اس نظم کا ہر ایک شعر حب الوطنی اور شہدائے وطن کی عقیدت سے لبریز ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی پیغام دیا گیا ہے کہ 'آزادی کی دلہن' کا استقبال اس طرح کریں تاکہ اس کی تاثیر دیر پار ہے۔ نظم کا آخری شعر ملاحظہ کریں:

اپنے دل کو صاف کر کے ہم دکھائیں آئینہ
بول اٹھے خود یہ دلہن خوب ہے میرا سنگار

'گاندھی کا سوگ' نظم قومی شاعری کا بہترین ترجمان بن کر ہمارے سامنے آتی ہے۔ چھتیس (36) اشعار پر مشتمل یہ نظم گاندھی جی کے قومی و فکری نظریات کا بہتر عکاس ہے۔ اس نظم میں حضرت ارمان نے شرعی حدود کی پاس داری جس عمدہ طریقے سے کی ہے وہ نہ صرف قابل صد ستائش ہے بلکہ عہد حاضر کے شعرا کے لیے قابل نمونہ بھی۔ اس نظم کے مطالعہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ شاعر نے اپنے مذہبی استاد اور ان کے عقائد و نظریات کا بھرپور خیال رکھا ہے۔ ورنہ گاندھی جی کی عقیدت میں بہت سے نامور علما و مشائخ نے اعتدال کے حدود کا خیال نہیں کیا ہے جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ پوری نظم میں گاندھی جی کے لیے 'مہاتما' کی صفت کے استعمال سے گریز کرنا اس بات کا غماز ہے کہ شاعر کے پیش نظر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا اس موضوع پر لکھا فتویٰ ضرور رہا ہوگا۔ اس نظم کے مطالعے سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ برادرانِ وطن کی موت پر ہمیں ان کی

تعریف کرتے ہوئے اپنے عقائد کی حفاظت کیسے کی جاسکتی ہے؟

حضرت ارمان بتیا چمپارن، کو اپنی خدمات کے لیے منتخب فرمایا جو کانگریس کا گڑھ مانا جاتا ہے۔ خود آپ کے متعدّد تلامذہ مجاہدین آزادی اور کانگریسی رہے لیکن حضرت ارمان نے کانگریسی نظریات کا پٹّا اپنے گردن میں نہیں باندھا بلکہ ہر جگہ اعتدال کا مظاہرہ فرمایا۔ حضرت ارمان کی شخصیت کا ایک پہلو یہ ہے کہ آپ انگریزی اسکول میں ہیڈ مولوی رہنے کے باوجود بھی آزاد خیالی سے اپنے آپ کو دور رکھا۔ آپ پر نیچریت یا جدیدیت کا اثر مرتب نہیں ہو پایا۔ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی تاریخ کی مناسبت سے ’بڑا دن‘ کے موضوع پر نظم لکھی۔ اس نظم میں حضرت ارمان نے قرآن وحدیث کے عقائد و نظریات کو پیش کر کے یہودی و نصرانی کے عقائد باطلہ کی تردید اس عمدگی سے کی ہے کہ دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اس نظم میں بارہ اشعار ہیں جن میں بارہویں کا فیض داخل ہو گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے چوتھے آسمان کے سفر کے حالات کی پیش کش مومنانہ فکر کے مطابق کی ہے۔ اس نظم کے محض تین اشعار کی زیارت کی جائے:

بتاؤ کون ہستی تھی، سمجھ میں کچھ نہیں آتا
ابھی تھے تین ہی دن کے، جو پایہ زور گویائی
جناب حضرت عیسیٰ گئے جو چرخ رابع پر
فلک قسمت پہ اترایا، ہوئی جنت کو زیبائی
خدائے لم یزل کی بندگی دل سے کرو یارو
وگرنہ روز محشر میں اٹھانی ہوگی رسوائی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے علاوہ حضرت ارمان کی شاعری پر شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کے اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں۔ آخر کیوں نہ ہو کہ اقبال اور ارمان میں ایک نسبت یہ بھی ہے کہ اقبال شروع کے ادوار میں جناب داغ دہلوی سے اصلاح لی تھی جب کہ ارمان داغ دہلوی کے مشہور شاگرد جناب نوح ناروی سے اصلاح لی اور ان کی شاگردی اختیار کی۔ خود اس بات کا اعتراف حضرت ارمان نے کیا ہے:

جناب نوح کے طوفان کا یہ فیض ہے ارماں
اضافہ ہو گیا میری طبیعت کی روانی میں

’پیغام عمل‘، ’نالۂ یتیم‘، ’درّ یتیم‘، ’حیدری للکار‘ اور ’قلب مضطر کی آواز‘ جیسی نظموں میں ڈاکٹر اقبال کی نظموں کے اثرات واضح طور پر دکھائی دے رہے ہیں۔ حضرت ارمان کی شاعری کا دور سامنے ہو تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسی دور میں بہت سے مسلم شعرا قومی یکجہتی کے نام پر شریعت اسلامیہ کی روح کو مجروح کیا یہاں تک کہ قوم مسلم کو احساس کمتری میں مبتلا کر دیا۔ لیکن حضرت ارمان نے اس دور میں قوم مسلم بالخصوص نوجوان طبقے کے ذہن و فکر میں اسلام کی حقّانیت اور قوم مسلم کے امتیازات کو ڈالا۔ کانگریس کے گڑھ میں رہ کر مولانا ارمان نے مسلم نوجوان کے اندر جوش و جذبہ بھر دیا، اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

صوفیوں میں آج آ جائے اگر شانِ عمر
چھین لیں ہم مال مسروقہ ابھی اغیار سے
نام لیوا احمد مختار کے اور یوں ذلیل
شرم کچھ بھی چاہیے اپنے بُرے کردار سے
ہل مبارز کی صدا ارمان پھر آنے لگی
لے خبر اعدا کی اپنی حیدری تلوار سے

(حیدری للکار)

حضرت ارمان کی شاعری پر ڈاکٹر اقبال کے اثرات کی بات چل پڑی تو یہاں اقبال اور ارمان کے مابین ایک روحانی نسبت کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ علامہ اقبال اگر مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی کے عقیدت مند ہیں تو حضرت ارمان مجدّدِ الفِ ثانی کے سلسلہ میں داخلِ بیعت۔ جس طرح اقبال نے مجدّدِ الفِ ثانی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر نذرانۂ عقیدت پیش کیا، اُسی طرح حضرت ارمان کے سرمایۂ شعر و سخن میں ایک نظم ’غلامِ نقش بند‘ کے عنوان سے ہے۔ اِس نظم میں مجدّدِ الفِ ثانی کا ذکر نہایت ہی ادب و احترام سے کیا گیا ہے۔ اِس نظم کے چند اشعار ملاحظہ کریں:

واعظو! اِس مے کدے پہ کیوں نہ ہو رنداں کو ناز
جب پلائیں خود مجدد بھر کے جامِ نقش بند
ہے تنفر تجھ کو واعظ ہاں مگر یہ یاد رکھ
کرتے ہیں اہلِ فلک بھی احترامِ نقش بند

حضرات ارمان کے اشعار پڑھنے کے دَوران علامہ اقبال کا منقبتیہ اشعار ذہن میں گردش کرتا ہے۔ اِس لیے زیرِ بحث موضوع کے سلسلے میں علامہ اقبال کے اشعار کو پیش کرنا، اہمیت و افادیت سے خالی نہیں:

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار

اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
باقی کلہ فقر سے تھا ولولۂ حق
طروں نے چڑھایا نشۂ ’خدمتِ سرکار‘!

حضرت ارمان کی نظموں کے مطالعے کے دَوران علامہ اقبال کثرت سے یاد آتے ہیں۔ حضرت ارمان نے اقبال کی طرح اپنے اکلوتے شہزادے سیّد ارشد نقش بندی کی نصیحت پر مبنی نظم لکھی ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے بیٹے جاوید اقبال کے نام نظم لکھ کر انھیں خودی کا سبق پڑھایا ہے۔ اُسی طرح حضرت ارمان نے بھی۔ دونوں بزرگوں میں فرق یہ ہے کہ علامہ اقبال نے اپنے بیٹے جاوید اقبال کو ’لندن‘ بھیجنے کے بعد نصیحت کی تھی جب کہ حضرت ارمان نے بیٹے کے ’چھٹیار‘ کے موقع پر۔ یہاں سوال کھڑا ہوتا ہے کہ حضرت ارمان کو ایک معصوم بچے کو نصیحت کرنے کی ضروت کیوں پڑی؟ اِس سوال کا جواب آسان ہے کہ حضرت ارمان کو بہ ذریعہ کشف معلوم ہو گیا تھا کہ وہ چند دنوں کے مہمان ہیں، اِس لیے وہ والد کا فرض نبھانا ضروری سمجھتے ہوئے چھٹیار کے موقعے پر ناصحانہ نظم کہہ دی۔ چھتیس اشعار کی نظم لکھنے کا مقصد ہر چند اپنے بیٹے کو نصیحت کرنا ہے لیکن اس کی اہمیت و افادیت خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ اِس نظم کی اہمیت عصرِ حاضر میں زیادہ ہی سمجھ میں آجاتی ہے۔ اِس لیے زیرِ تبصرہ نظم کے منتخب اشعار ملاحظہ کریں:

میں تو ہوں ننگِ سلف میری تمنّا ہے یہی
رو بہ رو تیرے رہے ہر دم بزرگوں کا خیال
خون ہے تیری رگوں میں حضرت حسنین کا
اے مرے لختِ جگر سادات کی تنہا مثال
ہو سکے تجھ سے جہاں تک غیر پر احسان کر
اور اُن سے خیر کا رکھنا نہیں ہرگز خیال
گرچہ مال و زر نہیں چھوڑا مگر اک بات ہے
ہیں گہر ہائے دعا تیرے لیے مال و منال
ہیں سلاسل اور بھی لیکن یہ اقرب ہے طریق
صرف میرا ہی نہیں اسلاف کا بھی ہے خیال

حضرت ارمان نے مسلمانوں کی فکری اصلاح تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ ان کے اعمال اور معاشرے کی اصلاح کی بھرپور کوشش کی ہے۔ حضرت ارمان کی نظموں میں ’ٹاکی (سنیما)‘ ایسی نظم ہے جس کا ذکر بہت ضروری ہے۔ یہ نظم حضرت ارمان نے 1930ء میں لکھی تھی۔ یہ طالب علمی کے دَور کی یادگار نظم ہے۔ اس نظم میں شاعر نے جو پیش گوئی کی تھی اس کا مشاہدہ عہدِ حاضر میں ہر فرد کر رہا۔ اٹھارہ اشعار کی یہ نظم سماجی اصلاحات کے سلسلے میں مؤثر کردار ادا کر رہی ہے۔

یہاں تک کی گفتگو سے کسی ناقد کا ذہن خطا نہ کرے کہ حضرت ارمان کے یہاں ادبی نظموں کا فقدان ہے۔ پیش کردہ اشعار اور متذکرہ بالا نظموں میں مذہبی موضوعات کی کثرت ضرور ہیں لیکن وہ نظمیں ادبیت اور فکر و فن کے لحاظ سے غیر معیاری ہرگز نہیں ہیں۔ اس کے باوجود حضرت ارمان کے سرمایۂ شاعری میں موسم اور تہواروں پر بھی اچھی خاصی نظمیں ہیں۔ ”آمد فصلِ بہار‘، ’ساون‘ اور ’بھادوں کی بہار‘ ہویا ’ہولی میں‘ اور ’نوید عید‘ موضوع سے نظمیں شاعر کو ادبی مقام دلانے میں ممدود و معاون ہیں۔ ان نظموں میں حضرت ارمان نے جو اسلوب پیش کیا ہے وہ ناقدین کی توجہ طلب کر رہا ہے۔ ارمان کی نظموں کے حوالے سے مشہور ناقد ڈاکٹر خورشید سمیع کی رائے قابلِ قبول ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

”ارمان کی شاعری ایک بحرِ ذخّار ہے مگر بحر میں ان قطروں کی کمی نہیں جو اپنے آپ میں سمندر کوش ہیں۔ زود نویسی اور بسیار نویسی کے باوجود اصناف نظم میں قوافی کا جو انتظام ملتا ہے وہ قابلِ ستائش ہے۔ ساتھ ہی موضوع پر مکمل گرفت اور اُسے نظم کے پیکر میں ڈھالنے کی صنعت انھیں ممتاز بنا دیتی ہے۔ نظموں میں ارتکاز اور ایجاز بھی ان کے شعری محاسن میں شامل ہے۔ اسی طرح غزلوں میں روایت کا جو شعور ملتا ہے اور جس نرم آہنگ میں پورے کیف و انبساط سے پیش کیا گیا ہے وہ واقعی قابلِ التفات ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ ’صوبہ بہار‘ کے اس عظیم شاعر کو اب تک (2005ء تک) منظرِ عام پر نہیں لایا جاسکا۔“ [الہام ارمان صفحہ، 31]

حضرت عبد الحکیم ارمان نقشبندی کی باقیات ’الہام ارمان‘ میں شامل غزلیں بھی اہم اور معیاری ہیں۔ ان کی غزلوں میں عشقِ حقیقی اور عشقِ مجازی کا حسین امتزاج دیکھنے کو ملتا ہے۔ طوالت کے پیشِ نظر اُن کی غزلیہ شاعری پر اظہارِ خیال آیندہ کے لیے چھوڑا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت سیّد عبد الحکیم ارمان نقش بندی کی خدمات کو قبول کرتے ہوئے اُن کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ ٭٭٭

انوار حیات

عالم ربانی شیخ اسید الحق قادری کا علمی ذوق

اور محققین کا علمی تعاون

ڈاکٹر ارشاد عالم نعمانی

شہید بغداد، عالم ربانی حضرت علامہ شیخ اسید الحق محمد عاصم قادری محدث بدایونی (1398ھ-1435ھ) قدس سرہ اس عظیم علمی و روحانی خانوادے کے چشم وچراغ تھے، جس کی شناخت ہر دور میں علم، روحانیت، سخاوت، جاہ وحشمت اور فضل وکمال رہی ہے۔ اور اس کا وافر حصہ قدرت نے آپ کے لیے ودیعت کیا تھا۔ آپ نے علمی و روحانی فضا میں شعور کی آنکھیں کھولی۔ قال اللہ وقال الرسول کے علمی ماحول میں آپ کی پرورش وپرداخت ہوئی۔ والد گرامی اور ہندو بیرون ہند کے اپنے عہد کے نامور اساتذہ سے تحصیل علم کیا۔ عمر عزیز کے تیس سال آپ نے تحصیل علم میں گزارے۔ 22/ سال کی عمر میں مروجہ درسیات سے فراغت کے بعد مزید آٹھ سال آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ اور عربی ادبیات کی خصوصی تعلیم میں صرف کیے جس کے نتیجے میں مذکورہ علوم و فنون میں آپ نے کمال اور تبحر حاصل کرلیا۔ خاندانی وجاہت، ذہانت وفطانت، فضل وکمال، علم وروحانیت میں اپنی مثال آپ تھے۔ معقولات ومنقولات کے بحر زخار تھے۔ اپنی عملی زندگی کے تقریباً دس سال کے مختصر عرصے میں اسلامی علوم ومعارف، تاریخ وتذکرہ، شعر وسخن، لسانیات، ادبیات اور تنقیدات کے میدان میں آپ نے اس کثرت سے جہان علم ودانش کو اپنی علمی تحقیقات، اور ادبی وتنقیدی رشحات سے فیض یاب کیا کہ ایک بڑے حلقے کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔

جب آپ نے عملی زندگی میں قدم رکھا اس وقت جماعتی سطح پر لکھنے پڑھنے کی جو عمومی فضا تھی اس کا دائرہ فضائل ومناقب اور سیرت وسوانح تک محدود تھا۔ معدودے چند لوگ تھے جو تحقیقی موضوعات کو اپنے مطالعہ وتحقیق کا حصہ بناتے۔ آپ کے میدانِ تحریر وتصنیف میں قدم رکھتے ہی علمی موضوعات اور تحقیقی نگارشات کا ایک دبستان کھل گیا۔ لکھنے پڑھنے کے تعلق سے آپ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ جب تک موضوع میں ندرت نہ ہو یا قارئین کے لیے کسی انکشافی پہلو یا معلومات میں اضافے پر مبنی نہ ہو آپ قلم نہیں اٹھاتے۔ یہی وجہ ہے کہ معاصرین میں سب سے زیادہ آپ کی نگارشات کو پڑھنے کا رجحان عام ہوا۔

نسل نو میں علمی وتحقیقی شعور کی بیداری:

آج جماعت میں نئی نسل کے اندر جو علمی وتحقیقی شعور پیدا ہوا ہے اس میں آپ کی قلمی وفکری تحریک کا بڑا حصہ ہے۔ نسل نو کی علمی رہنمائی کے ساتھ ان کے حوصلوں کو امنگ وترنگ بخشنا آپ کی زندگی کا ایک اہم ہدف تھا جس میں آپ کو سرخروئی اور کامیابی نصیب ہوئی۔ علمی کام کے سلسلے میں جب بھی کوئی آپ سے رابطہ کرتا آپ بڑے تپاک سے اس کی معروضات سنتے، فرصت نہ بھی ہو تو ملاقات کا موقع ضرور فراہم کرتے اور ان کے حسب حال موضوعات اور مطالعے کی جہات کی رہنمائی فرماتے۔ بغیر کسی سابقہ تعلق اور مراسم کے آپ سے ملاقات وروابط کے لیے صرف یہ شناخت کافی ہوتی کہ ان کا لکھنے پڑھنے سے تعلق ہے۔ لکھنے پڑھنے والوں کو آپ بہت عزیز رکھتے اور اس سلسلے میں کسی بھی قسم کے تعصب وتنگ نظری کو حائل نہیں ہونے دیتے۔ مولانا صادق رضا مصباحی (مدیر سنی دعوت اسلامی ممبئی) اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"وہ جب بھی اپنے چھوٹوں سے ملاقات کرتے تو ان کی حوصلہ افزائی کرتے، ان کے کاموں کی تعریف کرتے، مشورے دیتے اور جب بات سے بات نکلتی تو علمی، تحقیقی، فکری اور معاشرتی امور زیر بحث آتے اور پھر ان کی فکری زرخیزی، علمی گہرائی وگیرائی اور ادبی وتنقیدی بصیرت کے جلوے بکھرتے۔ ان کی گفتگو چھوٹوں کے لیے بڑی حوصلہ بخش ثابت ہوتی۔ میں نے ماضی قریب کے علما ومشائخ میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے بارے میں سنا ہے کہ ایک بار کوئی ان سے ملاقات کرلیتا تو پھر ان سے دوبارہ ملنے کا مشتاق رہتا۔ بلا مبالغہ حضرت مولانا قادری کے سلسلے میں میں بالکل یہی کیفیت اپنے اندر پاتا ہوں۔ میری طرح ہر چھوٹا اور جونیئر یہ گواہی دے گا کہ مولانا کی شخصیت ان کے لیے کس درجہ محرک تھی۔ وہ خود کام کے آدمی تھے اور کام کرنے والوں ہی کو پسند بھی کرتے تھے۔" (عالم ربانی نمبر ص 244)

استاذ: مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر، بدایوں

نئی نسل میں سے یہ تو بطور نمونہ صرف ایک فرد کے قلبی اور مشاہداتی تاثرات کو پیش کیا گیا ہے اس حوالے سے نئی نسل کے تاثرات و احساسات کو جمع کیا جائے تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے ۔ نئی نسل کی حوصلہ افزائی اور ان کے لیے شاہراہ عمل کی مخلصانہ رہنمائی کا نتیجہ تھا کہ آپ کی شہادت پر نئی نسل کے نمائندہ اصحاب فکر و قلم نے اپنی تاثراتی تحریر میں بجا طور پر اس بات کا اظہار کیا کہ شہید بغداد قدس سرہ کا سانحہ ارتحال ان کے لیے داغ یتیمی سے کم نہیں۔

محققین کا علمی تعاون:

عام طور پر لوگ علمی سرمائے کو اپنی ذاتی ملکیت تصور کرتے ہیں، نہ وہ خود کوئی علمی کام کرتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کی اس تک رسائی ہونے دیتے ہیں، مجھے بھی اس تلخ تجربے سے کئی بار گزرنا پڑا ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ۔ عالم ربانی قدس سرہ اکثر فرماتے کہ ”پتہ نہیں لوگ علمی سرمایے کو اپنی میراث کیوں سمجھتے ہیں، وہ تو اہل علم کا سرمایہ ہے، انہیں اس سے استفادے سے روکنا سراسر ناانصافی ہے۔“

یہی وجہ ہے کہ اگر آپ کے پاس کوئی علمی سرمایہ موجود ہوتا آپ کبھی منع نہیں کرتے بلکہ جو کوئی آپ سے کسی بھی قسم کے علمی تعاون کا طالب ہوتا آپ اس کی علمی مدد فرماتے ۔ اس تعلق سے بھی آپ کی شخصیت اہل علم کے درمیان بے مثال ہے ۔ آپ کی طرح فراخ دلی اور کشادہ قلبی کے ساتھ علمی تعاون کرنے والے خال خال نظر آتے ہیں ۔ اہل علم کی ایک بڑی تعداد ہے جن سے آپ کے علمی روابط تھے، اور علمی تعاون کا رشتہ استوار تھا۔

واضح رہے کہ علمی تعاون کا دائرہ بہت وسیع ہے، عالم ربانی قدس سرہ نے علمی تعاون کے سبھی ممکنہ ذرائع سے اہل علم اور محققین کی معاونت کی، جسے اجمالاً اس طرح ذکر کیا جا سکتا ہے:

- مواد کی فراہمی
- علمی مکاتبت
- علمی سرمائے اور تصانیف کی اشاعت میں مالی تعاون
- معاصرین کو ان کے خصوصی ذوق کی طرف راغب کرنا
- تحقیقی و علمی پروجیکٹ میں دیگر اہل علم کی شمولیت
- علمی کاموں کا کشادہ قلبی کے ساتھ اعتراف
- علمی تسامحات کی نشاندہی
- کتب خانہ قادری کے ذخیرہ مخطوطات سے قلمی نوادرات کی فراہمی
- متن کی بازیافت
- تاج الفحول اکیڈمی کی مطبوعات، اہل علم کی خدمت میں ہدیہ

مواد کی فراہمی:

آج کے مصروف ترین دور میں کسی کے لیے وقت نکالنا کس قدر دشوار گزار اور مشکل مرحلہ ہے اسے بتانے کی ضرورت نہیں، مواد کی فراہمی میں خالصۃ لوجہ اللہ سرمایہ خرچ کرنا تو دور کی بات ہے اس کے لیے وقت نکالنا کار عبث تصور کیا جاتا ہے ۔ جب کہ عالم ربانی قدس سرہ کے پاس کام کرنے کا جو وسیع خطہ اور خاکہ تھا اور جس کے پیش نظر آپ اکثر یہ فرماتے کام بہت ہے اور وقت کم ہے، اپنے علاوہ کسی اور کی طرف دیکھنے کی آپ کو بالکل فرصت نہیں تھی، اس کے باوجود آپ نے علمی تعاون کے لیے اہل علم کی گزارشات کو کبھی نظر انداز نہیں کیا اور نہ ہی اس سے صرف نظر کیا۔ جب بھی کسی نے آپ سے مواد کی فراہمی کے لیے کہا تو آپ نے ہمیشہ ان سے نہ صرف امید افزا اور حوصلہ بخش گفتگو کی بلکہ مواد کی فراہمی کی حتی المقدور کوشش کی ، اپنی علمی لائبریری سے ہر وقت مواد کی فراہم کرتے، اسی طرح جب اپنی کسی علمی ضرورت کے تحت آپ کسی لائبریری کا سفر فرماتے اور وہاں کسی کا مطلوبہ مواد مل جاتا تو وہاں سے بھی مواد حاصل کر کے ان تک شخصی طور پر یا بذریعہ ڈاک ، یا جدید ذرائع وصل و نقل سے اپنے خرچ سے بھیج دیتے، ہاں! البتہ اپنے وسائل و ذرائع استعمال کرنے کے بعد بھی مواد کی حصولیابی میں کامیابی نہیں ملتی تو معذرت کرتے ۔ کسی بھی موضوع پر کم یاب مواد کو تلاش کرنا اور پھر اسے محفوظ کر کے بھیجنا کس قدر مشکل کام ہے اس کا صحیح اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جنہیں اس طرح کے کام سے سابقہ پڑا ہو۔ لیکن اس کے باوجود عالم ربانی قدس سرہ دوسروں کے لیے کیسے اتنا وقت نکال لیتے تھے حیرت ہوتی ہے ۔ اس سلسلے میں یہاں چند مشاہیر کے تاثرات سے اقتباسات درج کیے جا رہے ہیں جن سے فراہمی مواد کے سلسلے میں آپ کی مثالی روش اور بلندی اخلاق کی واضح تصویر سامنے آتی ہے۔

19971ء میں جب عالم ربانی قدس سرہ دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور میں جماعت سابعہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، اس وقت فوٹو کاپی کا زیادہ چلن نہیں تھا، کسی کتاب کی فوٹو کاپی کرانا بہت مشکل امر تھا ، مولانا نفیس احمد مصباحی (شیخ الادب جامعہ اشرفیہ مبارک پور) جو اس وقت دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی ، بستی میں تدریسی خدمات انجام دے

رہے تھے،اس سال آپ کے زیر درس پہلی بار قصید تان رائعتان آئی ،چند مقامات پر جہاں اکابر خانوادہ عثمانیہ بدایوں شریف کے لیے تلمیحات استعمال کیے گئے ہیں انہیں ان کی وضاحت مطلوب ہوئی،انہیں ایام میں آپ کی ملاقات دارالعلوم نور الحق چرہ محمد پور میں عالم ربانی قدس سرہ سے ہوئی ۔انہوں نے آپ سے اکمل التاریخ کی فراہمی کے لیے کہا اور قصید تان رائعتان کے چند مقامات کی وضاحت چاہی،آگے مولانا نفیس احمد مصباحی کے قلم سے پورے واقعے کی تفصیل ملاحظہ کیجیے

”دارالعلوم نور الحق چرہ محمد پور میں مولانا اسید الحق قادری صاحب سے ملاقات ہوئی اور تعارف کے بعد معلوم ہوا کہ آپ امام احمد رضا قادری بریلوی کے ممدوحین گرامی کے خانوادے کے چشم وچراغ ہیں تومیں نے ان سے گزارش کی کہ مجھے ”اکمل التاریخ“ کی ضرورت ہے جو آپ کے خانوادے کے اکابر و متعلقین کے احوال و آثار کی تاریخ ہے، اور اِدھر کہیں دستیاب نہیں ہے، لہٰذا آپ برائے مہربانی کسی بھی طرح اس کی فوٹو کاپی عنایت فرمائیں۔ مولانا موصوف نے نہ صرف پوری کشادہ ظرفی کے ساتھ اس کے بھیجنے کا وعدہ فرمایا، بلکہ اپنی قدیم خاندانی لائبریری ”کتب خانہ قادریہ“ سے اس کی فوٹو کاپی کرا کے بہت جلد مجھے بھیج دی اور ساتھ ہی متعلقہ معلومات پر مشتمل ایک شان دار خط بھی ارسال فرمایا جس میں ”قصید تان رائعتان“ کے تعلق سے بہت سے اہم ادبی اور تاریخی گوشوں پر روشنی ڈالی تھی۔“(عالم ربانی نمبر ص 190)

عالم ربانی قدس سرہ کو علمی تعاون کا یہ جذبہ اپنے اسلاف سے ورثہ میں ملا تھا، آپ علم دوستی کی اہمیت وافادیت سے بخوبی واقف تھے پھر کیوں کر ممکن تھا کہ کسی سے کیے ہوئے وعدے کو ٹال دیتے۔ خط کا متن موقع کی مناسبت سے آگے آرہا ہے۔

❊— مفتی آل مصطفی مصباحی (استاذ و مفتی جامعہ امجدیہ گھوسی) علیہ الرحمہ سے عالم ربانی قدس سرہ کے گہرے دوستانہ مراسم تھے ،دونوں حضرات ایک دوسرے سے کھل کر علمی تبادلہ خیالات فرماتے ،مفتی صاحب کو جب بھی حوالہ جاتی نادر و نایاب کتابوں کی ضرورت ہوتی وہ بلا جھجک عالم ربانی قدس سرہ سے اس کی فراہمی کے لیے کہتے ،اور آپ کبھی بھی ان کی فرمائش کو رد نہیں فرماتے ، جب مفتی صاحب نے مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے علمی منصوبے کے تحت التوضیح والتلویح کے حاشیہ پر کام کا ارادہ کیا تو اس کے لیے آپ کو کوئی نادر و نایاب کتاب کی ضرورت پڑی ،وہ کتابیں کتب خانہ قادری بدایوں شریف میں موجود تھیں ،آپ کی خواہش پر عالم ربانی نے بڑی کشادہ قلبی کے ساتھ آپ کے نام سے لائبریری سے جاری فرمایا جنہیں آپ نے بعد میں واپس کیا،اس کے علاوہ بھی متعدّد مواقع کا تو یہ ناچیز خود عینی شاہد ہے ۔ مفتی صاحب آپ کے علمی تعاون کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جب مجھے ”الاشباہ والنظائر“ لابن نجیم حنفی کامل اور رسائل ابن عابدین (شامی) کی ضرورت پڑی تو انہوں نے مصر سے ایک مولانا صاحب کے بدست بھیجا ،جس سے کتاب کی تعلیم و تدریس اور فقہی مسائل کے حل میں بڑی مدد ملی ،ان کے علاوہ درجنوں کتب و رسائل جو تاج الفحول اکیڈمی کی مطبوعات ہیں انہوں نے بھیجے۔کئی بار مدرسہ قادریہ بدایوں کی قدیم لائبریری سے چند نایاب کتابوں کے مطالعے کی ضرورت پڑی تو انہوں نے وہ کتابیں بھیجیں۔(عالم ربانی نمبر ص 63)

❊— مولانا ڈاکٹر اشرف الکوثر مصباحی نے 2013ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں مبلغ اسلام مولا شاہ عبد العلیم میرٹھی پر پی ایچ ڈی کا رجسٹریشن کرایا اور مواد کے سلسلے میں آپ سے رابطہ کیا، آپ نے اپنے پاس موجود مواد کی فراہمی کے ساتھ پاکستان کے حلقہ احباب میں سے محترم محمد احمد ترازی صاحب کو ان کے علمی تعاون کی طرف متوجہ کرتے ہوئے درج ذیل برقی پیغام بھیجا کہ: ”ہمارے ایک دوست مبلغ اسلام پر پی ایچ ڈی کر رہے ہیں، میں نے آپ کا حوالہ دیا ہے ،اگر ممکن ہو تو کچھ تعاون فرمادیں۔“ (عالم ربانی نمبر ص 224)

علمی مکاتبت:

جب تک پیغام رسانی کے جدید ذرائع عام نہیں ہوئے تھے اس وقت تک اہل علم کے درمیان مکاتبت ہی علمی افادے واستفادے کا اہم ذریعہ تھا ، صاحبان علم و دانش ایک دوسرے سے علمی اشکالات واستفسارات مراسلات کے ذریعے فرماتے۔علمی مکاتبت کے لیے وسعت قلبی کے ساتھ متانت و شائستگی ،مناصب وعرفی حیثیات کا خیال اور تہذیب و شرافت کے ساتھ احترام و تکریم بہت اہم عناصر ہیں۔ عالم ربانی قدس سرہ کی معاصر اہل علم سے اس طرح کی جو بھی مکاتبت ہوئی ہے سب میں مذکورہ عناصر کی جلوہ گری آپ کو نظر آئے گی ،یہی وجہ ہے کہ آپ کے علمی مکاتیب سے آپس میں کوئی ترشی یا تلخی کی نوبت نہیں آتی ،بلکہ آپ بات کو سلیقے سے کہنے کا ہنر خوب جانتے تھے جس کا اعتراف مکتوب الیہم نے کشادہ قلبی سے کیا ہے ۔حتی کہ عہد طالب علمی میں بھی بعض اہل علم سے علمی مراسلت کا سلسلہ جاری رہا اس وقت بھی آپ نے زبان و بیان اور سنجیدگی و شائستگی کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

راقم نے ایک علمی موضوع پر آپ کے اور مولانا شاہ ہلال احمد قادری (پھلواری، پٹنہ) کے مابین علمی مکاتبت پر ایک تفصیلی تحریر قلم بند کی ہے جس میں دونوں حضرات کے مکاتیب، اسلوب بیان اور ایک دوسرے کے احترام و تکریم پر مبنی خیالات کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے، اس کے مطالعے سے علمی مکاتبت کے سنجیدہ اسلوب سے آگاہی ہوتی ہے۔ یہ مقالہ سہ ماہی المجیب پھلواری کے عمدۃ المتوکلین نمبر میں شائع ہو چکا ہے۔

یہاں عہد طالب علمی ہی کا ایک خط جو آپ نے "قصید تان رائعتان" میں چند مقامات کی تفہیم کے تعلق سے مولانا نفیس احمد مصباحی کے ایک استفسار کے جواب میں تحریر کیا، درج کیا جارہا ہے:

مکرمی و محترمی .... سلام مسنون

الحمد للہ علی کل حال۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا!

حسب وعدہ "اکمل التاریخ" حاضر خدمت ہے۔ ان قصائد کے متعلق چند اہم امور بھی ملاحظہ فرمائیں:

1- یہ دونوں قصیدے 1300ھ میں تصنیف کیے گئے، جیسا کہ ان کے تاریخی ناموں سے ظاہر ہے۔

2- ان میں سے آخر والا یعنی دالیہ ممدوح کے عرس منعقدہ 1300ھ میں خود فاضل مصنف نے عرس کی ایک محفل میں پڑھا۔ اس قصیدے کے آخر میں اس عرس کی تاریخ بھی بطور تلمیح ہے: یا فضل عرس اماجد۔

3- پہلے قصیدے یعنی نونیہ کا اصل نام مدائح فضل الرسول ہے اور دوسرے کا اصل نام "حمائد فضل الرسول" ہے۔

(الف) حضرت ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری نے فاضل بریلوی کی تصانیف کی ایک فہرست "المجمل المعدّد لتالیفات المجدّد" کے نام سے مرتب کی تھی، اس میں ان دونوں قصائد کے نام ہیں۔ حمائد کے آگے مطبوعہ اور مدائح کے آگے مبیضہ تحریر ہے۔

(ب) عرس یعنی 1300ھ میں پڑھا جانے والا سارا کلام "ماہ تابان اوج معرفت" (1300ھ) کے نام سے شائع کر دیا گیا تھا۔ (اس کے بعض صفحات کا عکس بھی حاضر خدمت ہے) اس میں قصیدۂ دالیہ بھی مطبوع ہے، اس لیے ظاہر ہے کہ حمائد فضل الرسول یہی دالیہ ہوا اور مدائح (جو غیر مطبوعہ تھا) نونیہ ہوا۔

4- بہتر یہ ہے کہ اس بار یہ قصائد اپنے اصل نام سے شائع ہوں۔ سرورق پر یوں لکھا جائے:

قصید تان رائعتان یعنی مدائح فضل الرسول و حمائد فضل الرسول۔

5- قصیدۂ اولیٰ میں دعا کے بعد حضرت ممدوح کے صاحب زادہ و جانشین حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا عبد القادر قادری بدایونی قدس سرہ (میرے والد گرامی کے حقیقی دادا) کی مدح کی طرف سے اس شعر سے گریز کیا گیا ہے:

تم الدعا فارجع غنیا غانمًا
واقصد سميَّ السید البغدانی

حاشیہ میں حضرت تاج الفحول کی بھی سوانح آنا ضروری ہے جو اکمل التاریخ میں موجود ہے۔ مزید دیکھیں فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص: 366، 367، اور جلد دوازدہم ص: 130، 131 (رضا اکیڈمی) اور المعتمد والمستند ص: 121 (ترکی)

6- حضرت تاج الفحول کی شان میں حضرت فاضل بریلوی نے ایک مستقل قصیدہ اردو میں "چراغ انس" (1315ھ) کے نام سے لکھا ہے ان شاء اللہ اس کو بھی ارسال کروں گا۔

7- قصیدہ اولیٰ کے اخیر میں ایک مصرع "ومحبہ ومطیعہ بحنان" بھی ہے۔ اس میں لفظ محب سے کنایہ حضرت تاج الفحول کی طرف ہے (ان کا نام محب رسول تھا کما مر) اور لفظ مطیع سے کنایہ حضرت تاج الفحول کے صاحب زادہ قدوۃ السالکین حضرت مولانا عبد المقتدر مطیع الرسول (میرے دادا کے بڑے بھائی) کی جانب ہے۔

اس کے علاوہ بھی اگر کسی شعر میں شبہ ہو تو مطلع فرمائیں۔ خط کے جواب اور کتاب کی وصول یابی سے ضرور مطلع فرمائیں۔

شکریہ۔ فقط

بدنام کنندۂ نکونامے چند

اسید الحق

احقر طلبہ مدرسہ عالیہ قادریہ

14/ اکتوبر 1997ء

پس نوشت: قصیدہ ثانیہ میں ایک شعر ہے:

"أُنظُرْ بَوارِقَــه إذَا
بَرَقَتْ بِعلیا فَرْقَدِ"

اس میں حضرت ممدوح کی ایک کتاب "بوارق محمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ" کی طرف اشارہ ہے۔ قصیدۂ اولیٰ میں بھی ایک جگہ "بوارق" کا لفظ آیا ہے، وہاں بھی یہی معاملہ ہے۔

"فَضْلُ الرسولِ مُوبَّدٌ" (1289ھ) اس مصرعہ سے حضرت ممدوح کی تاریخ وصال برآمد ہوتی ہے۔ اسید الحق

مکتوب الیہ نے اپنے مضمون میں خط کے مذکورہ متن کو نقل

کرنے کے بعد ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے:
"اس خط کو میں نے کئی بار پڑھا، ہر مرتبہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ان کے لیے دعائیں نکلیں اور میں نے محسوس کیا کہ موصوف، حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے قول:

"بالاے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی"

کے سچے مصداق ہیں۔"(عالم ربانی نمبر ص 191-190)

علمی سرمائے اور تصانیف کی اشاعت میں مالی تعاون

جماعت اہل سنت میں اشاعت کتب کا رجحان پچھلے دو دہائیوں سے نسبتاً زیادہ ہوا ہے ورنہ اس سے پہلے اہل سنت کا زیادہ سرمایہ جلسہ و جلوس پر صرف ہوتا۔ بڑی سے بڑی کانفرنس کے لیے لاکھوں لاکھ کا سرمایہ آسانی سے اکٹھا ہو جاتا لیکن صاحب تصنیف کو اپنی کتاب کی اشاعت کے لیے سرمائے کی فراہمی میں ناکوں چنے چبانے پڑتے، اس میں بھی اگر فضائل و مناقب پر کتاب ہوتی تو اس کی اشاعت کا بار چھوٹے موٹے تاجران کتب تاجرانہ ذہنیت کے زیر اثر اپنے ذمے لے لیتے لیکن اگر خالص علمی موضوع پر کوئی کتاب ہو تو مصنف کو خود ہی بار اشاعت برداشت کرنا پڑتا، یا پھر کتاب تشنہ طباعت رہتی۔ اہل قلم کی ناقدری کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ بہت سے علمی ذخائر مالی وسائل کی نافراہمی کی وجہ سے الماریوں کی زینت بنے بنے یا تو دیمک کی نذر ہو گئے یا ضائع اور تلف ہو گئے۔ البتہ پہلے کے مقابلے میں اب صورت حال میں کافی تبدیلی آئی ہے اور جماعتی سطح پر علمی سرمائے کی اشاعت کا رجحان بڑھا ہے گو کہ صورت حال ابھی بھی اطمینان بخش نہیں ہے۔

عالم ربانی قدس سرہ کو عہد طالب علمی ہی سے علمی سرمائے کی اشاعت کا بخوبی احساس تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے عہد طالب علمی ہی سے اہل علم کے علمی سرمائے کی اشاعت میں خالصۃ لوجہ اللہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اپنے مالی تعاون کا ذکر آپ کو بالکل پسند نہیں تھا اور نہ ہی آپ کسی قسم کی تشہیر و تعریف کے قائل تھے بلکہ آپ جب بھی اشاعت کتب کے لیے کسی کا مالی تعاون کرتے تو صاحب کتاب یا ناشر کو کسی طرح تشکراتی کلمات یا اشارے کنائے کے طور پر بھی اپنا ذکر کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمادیتے۔ آپ کا یہ وصف شہادت کے بعد لوگوں کے سامنے آشکار ہوا، احسان شناسوں نے اپنی تحریروں میں منت شناسی کے طور پر آپ کی اس خوبی کا ذکر کیا۔ مولانا ذوالفقار خان نعیمی نے اپنے حوالے سے آپ کے بے لوث مالی تعاون کا تفصیل سے ذکر کیا ہے جسے پڑھ کر آپ کی علمی فیاضی اور اشاعت کتب کے سلسلے میں مالی تعاون اور علم دوستی کے بہت سے مخفی گوشے سامنے آتے ہیں، ایک جگہ وہ عالم ربانی قدس سرہ کی بے لوث معاونت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں نے اپنی کتاب "فتاوی اتراکھنڈ" اور "رکعات نماز" طباعت سے پہلے ہی نیٹ پر اپلوڈ کر دی تو ایک دن فون آیا، بہت دیر تک بات ہوتی رہی اور اسی دوران پوچھ لیا کہ کتاب کیوں نہیں چھپوا رہے ہو؟ میں نے کہا: ابھی مکمل رقم کا انتظام نہیں ہوا ہے، فتاوی اتراکھنڈ کے لیے رقم ہے مگر رکعات والی کتاب کی گنجائش نہیں نکل پا رہی ہے، تو فرمایا: "کتاب چھپواؤ جو خرچ ہوگا میں دوں گا، مگر بس ایک درخواست ہے۔" میں نے سوچا شاید ٹائٹل پر ناشر کے حوالے سے اپنی اکیڈمی کا نام لکھوانے کو کہیں گے، مگر حیرت ہوئی مجھے یہ سن کر جب انہوں نے کہا: "میرا نام نہ نوک قلم پر آئے اور نہ نوک زبان پر" میں نے سوچا: یا اللہ! ایسے لوگ بھی دنیا میں ہیں جو دین کا کام خالص دین کے لیے ہی کرتے ہیں؟ یقیناً اس جملے سے خوشی کی ایک لہر دل میں دوڑ گئی اور اس جملے سے بزرگوں کی یاد تازہ ہو گئی۔ خیر خواجہ بک ڈپو سے کتاب چھپ گئی۔"(عالم ربانی نمبر ص 231)

مولانا نعمان احمد ازہری آپ کی علم دوستی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسید میاں کی ذات گرامی کتنی علم دوست تھی، اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ مولانا جلال رضا، مولانا منظر الاسلام اور مولانا گل محمد کشمیری نے اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے تین رسالے جو رد قادیانیت میں ہیں، عربی ترجمہ کر کے وہاں قاہرہ سے چھپوانے کی کوشش کی، خادم علمی کاموں میں کم تنظیمی کاموں میں پیش پیش رہا، جب یہ رسالے کمپوزنگ، پروف ریڈنگ کے مراحل سے گزر چکے تو میں نے جناب الحاج سعید نوری سے رابطہ کیا۔ کوئی پانچ سو ڈالر کی ضرورت تھی تو سعید نوری صاحب نے اسید میاں کو فون کر کے درخواست کی کہ آپ حضرات وہاں اہل سنت و جماعت کے فروغ کے لیے جو بھی کام ہو سکے کریں، پیسے کی پرواہ نہ کریں، جلد بھیجا جائے گا۔ اسید میاں نے فوراً ہم لوگوں سے مل کر فرمایا پیسہ آجائے گا، لیکن یہ کام ابھی ہونا چاہیے، لہٰذا آپ نے اپنی جیب خاص سے پانچ سو ڈالر عنایت کیے اور کتاب چھپ کر منظر عام پر آگئی۔"(عالم ربانی نمبر ص 227)

(جاری)***

رضا شناس

خلیفۂ اعلیٰ حضرت
حضرت مولانا سید نور احمد چاٹگامی

محمد جواد الکریم عطاری

امام اہل سنت مجدد دین وملت کے افکار ونظریات کی ترویج و اشاعت میں آپ کے خلفاو مریدین اور تلامذہ ومحبین کا ایک اہم کردار رہا۔ چاہے تبلیغ ہو یا تحریر تقریر ہو یا تدریس الغرض، ہر شعبے میں ناقابل فراموش خدمات انجام دیں اور فکر رضا کو گھر گھر پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی پاک و ہند سمیت دنیا کے دیگر ممالک کے اپنے قابل فخر تلامذہ اور مریدین کو اپنی خلافت واجازت سے نوازا۔

یہ خلفا گویا کہ مثل گلشن ہیں۔جس گلشن کے پھولوں کی خوشبو سے دنیاے سنیت آج بھی معطر ہے۔ اسی گلشن رضا کے ایک مہکتے پھول مشرقی پاکستان موجودہ بنگلہ دیش میں بھی تھے۔ جنھوں نے ملک بنگلہ دیش میں دین اسلام اور اہل سنت وجماعت کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ جن سے بے شمار عوام و خواص مستفیض ہوئے۔ بلکہ آج بھی جن کا مزار پر انوار مرکز تجلیات بنا ہوا ہے۔

تعارف: مرید وخلیفہ اعلیٰ حضرت آل رسول سید السادات شیخ المشائخ سید العلما علامہ مولانا سید نور احمد چاٹگامی رضوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی ولادت باسعادت ملک بنگلہ دیش کے مشہور ضلع مدینۃ الاولیا چاٹگام میں 1279ھ میں ایک سادات گھرانے میں ہوئی۔

حصول علم: مرید وخلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا سید نور احمد چاٹگامی رضوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن عزیز ملک بنگلہ دیش کے ضلع چاٹگام میں حاصل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ نے اس دور کے مشہور درس گاہ مدرسہ فرنگی محل لکھنو میں داخلہ لیا۔ وہاں آپ نے وقت کے اجلہ علمائے کرام سے علم دین حاصل کیا۔ بالخصوص، شیخ الاسلام علامہ شیخ سید احمد زینی دحلان مکی (رحمۃ اللہ علیہ) سے سند حدیث حاصل کرنے کی سعادت پانے والے عظیم بزرگ صاحب تصانیف کثیرہ استاد العلماء ابو الحسنات علامہ عبد الحی فرنگی محلی لکھنوی (رحمۃ اللہ علیہ) سے علم حدیث پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

آپ صرف 19 سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔

خلیفۂ اعلیٰ حضرت سے ملاقات: آپ رحمۃ اللہ علیہ مطابق 1322ھ حضرت علامہ مولانا خیر الدین دہلوی کلکتوی (رحمۃ اللہ علیہ) سے ملاقات کے لیے کلکتہ تشریف لائے اور ان سے استفادہ کیا۔

یہیں پر آپ کی ملاقات امام اہل سنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے خلیفہ ناصر ملت خادم سنت حضرت مولانا محمد لعل خان قادری رضوی مدراسی کلکتوی (رحمۃ اللہ علیہ) سے ہوئی۔

بارگاہ امام اہلسنت میں حاضری، ارادت وخلافت کی شرف یابی: خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا محمد لعل خان قادری رضوی مدراسی کلکتوی (رحمۃ اللہ علیہ) سے سرکار اعلیٰ حضرت کی شان و عظمت اور مبارک صفات کا تذکرہ سن کر آپ کے دل میں بھی امام اہل سنت کی زیارت کا شوق اجاگر ہوا۔

بالآخر قسمت کا ستارہ چمک اٹھا۔امام عشق ومحبت کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے کے لیے آپ مرکز اہل سنت مدینۃ المرشد بریلی شریف کی جانب روانہ ہوئے اور بارگاہ اعلیٰ حضرت میں حاضری کا شرف پایا۔ اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں اعلیٰ حضرت سے بیعت ہوئے۔ مجدد دین وملت امام احمد رضا خان (رحمۃ اللہ علیہ) نے آپ کو اپنی خلافت واجازت سے بھی نوازا۔

تاجدار دنیاے سنیت حسان الہند امام احمد رضا خان فاضل بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) ماہ نامہ "الرضا" شمارہ ذی قعدہ 1338ھ میں "ضروری اطلاع" کے تحت اپنے 50 خلفاء کا مختصر تذکرہ کرتے ہوئے 48 نمبر پر یوں فرماتے ہیں:۔ (باقی ص:30 پر)

ظفر یابیاں

ساؤتھ افریقہ میں
حضور عزیز ملت دامت برکاتہم العالیہ کی یادگار آمد

شمس الحق قادری مصباحی

مرکزِ اہلِ سنت دار العلوم قادریہ غریب نواز لیڈی اسمتھ کے جلسہ دستار بندی منعقدہ 19 تا 21 جنوری 2024 عیسوی میں عزیز ملت حضرت علامہ الشاہ عبد الحفیظ حفظہ اللہ الحفیظ العزیز، سربراہ اعلیٰ ازہر ہند الجامعۃ الأشرفیہ مبارکپور کی شرکت نے جملہ وابستگان محراب و منبر کو تازہ دم کر دیا۔ آپ ایک لمبے وقفے کے بعد تشریف لائے مگر اس بار آپ کے شہزادہ والا تبار نعیم ملت حضرت مولانا نعیم الدین عزیزی مصباحی صاحب آپ کے ساتھ تشریف لائے۔

دارالعلوم کے کامیاب پروگراموں کے بعد سید العلما حضرت سید علیم الدین اصدق مصباحی نے احباب سے مشاورت فرمائی اور آگے دوسرے پروگراموں کی ترکیب بنی۔ بالآخر حضور عزیز ملت نے اپنے مصباحی غلاموں کے اصرار پر لیلونگوے ملاوی کے لیے حضرت مولانا نبیل معینی کی پر خلوص دعوت قبول فرمالی۔

ڈربن میں حضرت علامہ فتح احمد بستوی مصباحی اور مفتی قیصر علی مصباحی کی دعوت اور برادرم فرہاد مولانا عزیزی کی ضیافت میں ایک پر کیف پروگرام کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ دار العلوم اعلیٰ حضرت چیٹس ورتھ کے قیام کو حضرت نے بہت سراہا طلبہ اور اساتذہ کو دعاؤں سے نوازا۔

بینونی، جوہانس برگ میں محب گرامی قدر حضرت مولانا سید ارشد اقبال نے ایک تاریخی پروگرام منعقد فرمایا۔ کثیر تعداد میں علما و عوام نے شرکت کی بالخصوص مصباحی علما اور محبان حافظ ملت نے خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور یہیں سے حضرت علامہ غلام حسین مصباحی کی زبانی ازہر ہند مادر علمی الجامعۃ الأشرفیہ کے لیے اعزازی ممبر سازی کی تحریک کا متفقہ اعلان ہوا۔ فالحمد للہ علی ذالك.

ملاوی سے برادر گرامی قدر حضرت مفتی منظر وسیم مصباحی مسلسل رابطے میں تھے۔ اور وطن عزیز سے ہی حضرت کی آمد کے لیے کوشاں تھے۔

دار الحکومت شہر لیلونگوے میں تنظیم اہل سنت و الجماعت ASF کے مرکزی ادارہ کے طلبہ وطالبات کی فراغت اور سالانہ عید میلاد النبی کا سہ روزہ جلسہ تھا۔ حضور عزیز ملت کی اس دیار میں پہلی تشریف آوری تھی۔ سالوں سے مصباحی جیالوں کی قربانیاں, چوکڑیاں اور بے لوث سرگرمیاں دیکھنے والوں نے پہلی بار ان کے سرخیل اور میر کارواں کو دیکھا تھا۔ لوگوں نے عزیز ملت کی شخصیت پر حضور حافظ کے دوہرے اور بڑے گہرے رنگ کو محسوس کیا۔ انھوں نے فرزندان اشرفیہ کے اس محسن و مربی کو دیکھا جو زاہد شب زندہ دار اور تہجد گذار ہے، جس کی سادگی اور چہرے کی نورانیت بڑی انوکھی اور دلکش ہے- جو کم گو شیریں کلام، اصاغر نواز اور اکابر کا قدر دان ہے۔ جو ہمیشہ جوڑ کی بات کرتا ہے۔ جو تحمل اور برداشت اور عفو و درگذر کی تاکید کرتا ہے۔ جو اپنے نونہالوں کو خدمتِ خلق اور تبلیغ دین کے کاموں پر لگاتا ہے۔ جو زبانِ حال سے ہمیشہ اپنے فارغین کو درسِ عمل دیتا ہے:

”اے جامعہ کے فارغ ملت کی لاج رکھنا“۔

حضور عزیزِ ملت کے اس سفر میں، الحمدللہ، فقیر کو خدمت کا بہت زیادہ موقع ملا۔ ملاوی سے واپسی پر ڈربن سے سرمایہ اہل سنت، خلیفۂ حضور مفتیِ اعظم ہند حضرت علامہ عبد الھادی بطور خاص حضرت سے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ لنچ اور نماز ظہر کے بعد بڑی پر کیف نشست رہی۔

عشائیہ حضرت علامہ نوشاد عالم مصباحی کے دولت کدے پر رہا۔ حضرت مصباحی صاحب قبلہ کی قائم کردہ تاریخی جامع مسجد سیدنا شیخ عبد القادر کو دیکھنے کے بعد ان کے صاحب زادے محمد قادری کے گھر بھی حاضری ہوئی اور پھر دعاؤں کے ساتھ دیر رات واپسی ہوئی۔

اس سفر میں راقم السطور اور محب عالی مرتبت حضرت علامہ سید ارشد اقبال مصباحی اور دیگر علما کی کاوشوں سے تحریک اعزازی ممبر سازی میں 111 ممبرس کا ہدف رکھا گیا ہے۔

فقیر کی بھرپور کوشش ہے کہ زیادہ سے زیادہ ممبرس بڑھائے جائیں۔ 11 ممبرس محض آغاز ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مولیٰ کریم عزوجل اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ و علی آلہ وصحبہ أجمعین کے صدقے و طفیل مادرِ علمی الجامعۃ الاشرفیہ کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقیوں سے ہمکنار فرمائے آمین۔

آج ضرورت اس بات کی ہے ہم سب اس تحریک کو فروغ دیں اور اپنے اپنے حلقہ احباب سے زیادہ سے زیادہ اعزازی ممبرس بنا کر مادر علمی کا حقِ نمک ادا کریں۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم سب مل کر یک آواز ہو جائیں اور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کے مشن کے فروغ اور استحکام میں اپنا حصہ ڈالیں اور پوری دنیا میں مسلک اعلی حضرت کی خدمت اور اور تبلیغ دین کی دھوم مچادیں۔

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

❖❖❖❖❖❖

(ص:28 کا بقیہ)---"جناب مولانا مولوی حاجی سید نور احمد صاحب چاٹگام، عالم واعظ مجاز طریقت و مجاز حضرت مفتی حنفیہ و مکہ معظمہ شیخ صالح کمال (رحمۃ اللہ علیہ)"

سفر حج: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مطابق 1330ھ حج بیت اللہ و زیارت روضہ مصطفی (ﷺ) کا شرف عظیم حاصل کیا۔

حج اور زیارت روضہ رسول کا شرف حاصل کرنے کے بعد آپ نے کچھ دن مکہ معظمہ میں قیام فرمایا اور یہاں کے علمائے کرام کی صحبت میں رہے۔ آپ نے مسجد حرم کے امام و خطیب خلیفہ اعلیٰ حضرت عالم کبیر مفتی احناف شیخ العلماء حضرت علامہ مفتی قاضی شیخ صالح بن کمال مکی حنفی قادری رضوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے۔ شیخ صالح بن کمال مکی حنفی قادری رضوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپ کو اپنی خلافت بھی عطا فرمائی۔

اوصاف حمیدہ: سید العلما حضرت علامہ مولانا سید نور احمد چاٹگامی رضوی (رحمۃ اللہ علیہ) عشق مصطفی محبت صحابہ و اہل بیت تعظیم اولیاء اور علم و حکمت زہد و تقوی کے حوالے سے اپنی مثال آپ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ عالم جلیل بے مثال محدث زبردست فقیہ شعلہ بار خطیب و واعظ تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تادم حیات اپنے پیر و مرشد امام اعلیٰ حضرت کے افکار و نظریات یعنی مذہب حق اہل سنت و جماعت کی اشاعت اور فرقہ باطلہ کا رد کیا۔ آپ کے وجود مسعود سے بے شمار عوام و خواص مستفیض ہوئے اور آپ کے علم و فضل سے صدقہ لے کر اپنے دامن کو بھرا۔

وصال پر ملال: مطابق 1345ھ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دار فانی سے کوچ فرما گئے۔ آپ کا مزار پر انوار بنگلہ دیش کے ضلع مدینۃ الاولیاء چاٹگام میں شہر پٹیا کے ملیارا نامی گاؤں میں مرجع خلائق ہے۔ اللہ پاک مزار خلیفہ اعلیٰ حضرت پر بے شمار انوار و تجلیات کی بارش فرمائے اور ان کے صدقے ہماری مغفرت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

حوالہ جات: تجلیات خلفائے اعلیٰ حضرت، تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، 134 خلفائے اعلیٰ حضرت کا مختصر تذکرہ، فیضان امام اہل سنت، امام احمد رضا اور علمائے بنگلہ دیش جلد اول مع سفر نامہ بنگلہ دیش۔

-*-*-*-*-

ذکرِ جمیل

حضرت ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

نام و نسب: حضرت ریحانہ نام، باپ کا نام شمعون یا زید تھا (ریحانہ بنتِ شمعون ہی آپ کا صحیح سلسلۂ نسب ہے، باختلافِ روایت سلسلۂ نسب یہ ہے: ریحانہ بنتِ شمعون بن زید، بعض روایتوں میں ریحانہ بنت زید بن عمر بن جنافہ بن شمعون بن زید ہے، قبیلہ بنو قریظہ سے تھیں۔

نکاح: پہلے بنو قریظہ کے ایک شخص حکم سے نکاح ہوا تھا، غزوۂ بنو قریظہ کے دوسرے دن یہودیوں کے ساتھ حکم بھی قتل کر دیا گیا، اس روز جو عورتیں اور بچے اسیر ہو کر آتے تھے ان ہی میں حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بڑی احتیاط کے ساتھ ام المنذر بنتِ قیس کے گھر میں ٹھہرایا۔

اسلام: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تمھیں اختیار ہے چاہے اسلام قبول کر لو یا اپنے مذہب (یہودیت) پر قائم رہو؛ انھوں نے اپنے قدیم دین پر رہنا پسند کیا؛ لیکن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے اسلام نہ لانے کا بڑا رنج ہوا اور دوبارہ فرمایا: اگر تم اسلام قبول کر لو تو میں تمھیں اپنے پاس رکھوں گا؛ لیکن انھوں نے پھر انکار کیا، یہ مزاجِ اقدس پر اور زیادہ گراں گذرا اور خاموشی اختیار فرمالی گئی، ایک دن آپ مجلس میں تشریف فرما تھے کہ یکا یک ایک شخص کے پیر کی چاپ سنائی دی، آپ نے فرطِ مسرت سے تمام حاضرین سے فرمایا کہ یہ ثعلبہ بن سعید ہیں، جو ریحانہ کے اسلام لانے کی خوش خبری لے کر آرہے ہیں۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے اُن سے فرمایا اگر تم اللہ اور رسول (اسلام) کو اختیار کرتی ہو تو میں تمھیں اپنے لیے خاص کر لوں گا، اس پر حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں! میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ ابتدا میں انھوں نے اسلام قبول کرنا اپنی قدیم دینی اور قومی حمیت کے خلاف سمجھا ہو اور بعد میں جب اس کی خوبیوں سے واقف ہو گئی تو قبول کر لیا ہو، قبولِ اسلام کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی ملک میں رکھا اور بعض روایتوں کے مطابق آپ نے انھیں آزاد کر کے اپنے حبالۂ عقد میں لے لیا اور وہ ازواجِ مطہرات میں داخل ہوئیں۔ ابن سعد اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ نے انھیں ازواجِ مطہرات میں اور اکثر اہلِ سیر اور اہلِ رجال نے انھیں سراری میں شمار کیا ہے؛ لیکن ابنِ اسحاق کی ایک روایت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ نے ان سے نکاح نہیں کیا تھا؛ بلکہ انھیں یہ اختیار بخشا تھا کہ اگر وہ چاہیں تو آپ ان سے نکاح فرمالیں اور انھیں ازواجِ مطہرات میں شامل کر لیں؛ لیکن انھوں نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اپنی ملک ہی میں رکھیں تو میرے اور آپ دونوں کے لیے آسانی ہو؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی ملک ہی میں رکھا۔

فضائل و کمالات: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی، جب وہ کوئی فرمائش کرتی تھیں تو آپ ضرور پوری کرتے تھے، ابنِ سعد میں ہے کہ ازواجِ مطہرات کی طرح ان کی بھی باری کا دن مقرر تھا اور باپردہ رہتی تھیں۔

وفات: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے سے چند مہینے پہلے ہی اس دارِ فانی کو چھوڑ کر دارِ بقا میں پہنچ گئیں (بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کی وفات کے چھ مہینے پہلے آپ کا انتقال ہوا اور بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع سے واپس آنے کے بعد آپ کی وفات ہوئی)۔ آپ جوانی کی حالت میں رحلت فرمائیں۔ آپ سن 9ھ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حیات مبارکہ میں ہی انتقال کر گئیں۔ آپ کو جنت البقیع میں سپردِ خاک کیا گیا۔

ماخذ و مراجع: طبقات ابن سعد، الاصابہ، سیرت ابن ہشام۔

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

زکات کے چند مسائل

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

* اپریل 2024 کا عنوان — دنیا میں اسلام کی مقبولیت
* مئی 2024 کا عنوان — محرم کے بغیر خواتین کا سفر حج

مختلف اسکیموں میں جمع شدہ رقم پر زکات کے احکام

از: مفتی ناصر حسین مصباحی

ایل آئی سی، پی ایف اور جی پی ایف میں جمع شدہ رقوم پر زکات:

ایل آئی سی (Life Insurance Company of India): ہندوستان کی ایک بیمہ کمپنی کی اسکیم ہے، جس میں لوگ ایک مقررہ مدّت تک قسط وار رقم جمع کرتے ہیں اور مدت مکمل ہونے پر جمع شدہ رقم مع اضافہ واپس کی جاتی ہے۔

پی ایف یا جی پی ایف

(General Provident Fund): سرکاری محکموں یا پرائیویٹ کمپنیوں کے ملازمین کی تنخواہوں سے ہر ماہ کچھ رقم کی کٹوتی کرکے ان کے جی پی ایف کھاتے میں جمع کرلی جاتی ہے اور مدتِ ملازمت کی تکمیل یا ریٹائرمنٹ سے پہلے ملازمت چھوڑنے پر طے شدہ قواعد کے مطابق محکمے یا کمپنی کی طرف سے کچھ رقم مزید ملا کر ملازم کو دی جاتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ایل آئی سی، پی ایف اور جی پی ایف میں جمع شدہ رقوم مع اضافہ کی زکوۃ کا کیا حکم ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایل آئی سی، جی پی ایف اور پی ایف کی رقوم اگر بقدر نصاب ہوں یا دوسرے مال سے مل کر نصاب کی مقدار کو پہنچ جائیں تو ان پر سال بسال زکات واجب ہوگی لیکن ادائیگی اس وقت واجب ہوگی جب کہ کم از کم خمس نصاب (نصاب کا پانچوں حصہ) وصول ہو جائے، اور جتنا وصول ہوگا اسی کی زکات واجب الادا ہوگی، کل کی نہیں، مگر کُل وصول ہونے پر گزشتہ سالوں کی زکات بھی حساب کرکے دینا ہوگی۔

اس لیے آسانی اس میں ہے کہ جتنے روپے جمع ہوں سب کی زکات سال بسال دیتا جائے۔ معلوم نہیں کب موت آجائے اور ورثین زکات دیں کہ نہ دیں، یا کئی سالوں کی زکات کی کثیر رقم دیکھ کر لالچ پیدا ہو جائے اور شیطان کے بہکاوے میں آکر زکات نہ دے جس کی وجہ سے دنیا میں ہلاکت و بربادی اور آخرت میں دردناک عذاب کا سزاوار ہو۔

رہا اس پر ہر سال ملنے والا نفع، تو اس کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں حکومت ہند کے بینکوں سے حاصل شدہ زائد مال ایک قسم کا نفع اور مالِ مباح ہے اور ڈپازٹ کی صورت میں رقم جمع کرنے والا اس منافع کا مالک ہو جاتا ہے، جسے وہ ہر سال نکال بھی سکتا ہے، لہٰذا اس پر بھی سال بسال زکات واجب ہوگی، مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ بقدر نصاب ہو یا دوسرے مال سے مل کر نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے۔ (ان مسائل کی

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

تفصیل ”مجلس شرعی کے فیصلے“ جلد اول میں دیکھی جا سکتی ہے۔)

بونس کی زکات:

سرکاری یا نجی اداروں کے ملازمین کو سال کے آخر میں کچھ مخصوص رقم تنخواہ کے علاوہ بھی دی جاتی ہے جسے ”بونس“ کہتے ہے۔ یہ ایک خاص قسم کا انعام ہوتا ہے، ملازم جب اس پر قبضہ کرلے گا تو ملکیت ثابت ہوجائے گی، اب اگر وہ تنہا یا دیگر اموال زکات سے مل کر نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکات واجب ہوگی۔

ایریر کی رقم پر زکات:

ایریر کی رقم تنخواہ کی ہی بقایا رقم ہوتی ہے؛ اس لیے جس تاریخ سے گورنمنٹ ایریر کا حکم صادر کرے گی، اسی تاریخ سے ملازم ایریر کا مالک ہوگا۔ اجراے حکم (G.O.) سے پہلے جتنے دنوں کے ایریر کا حکم ہوا اُن دنوں میں ملک ثابت نہیں۔ اور زکات کا وجوب ملک کی تاریخ سے اپنے شرائط کے ساتھ ہوگا۔ [وہ تنہا یا دیگر اموال زکات سے مل کر نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکات واجب ہوگی]۔

فکسڈ ڈپازٹ کی رقم پر زکات:

آج کل لوگ بینک یا ڈاک خانے وغیرہ میں ایک مقررہ مدت تک کے لیے اپنی رقم جمع کردیتے ہیں۔ متعیّنہ مدت سے پہلے جمع شدہ رقم نکالنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ پھر مدت گزرنے کے بعد اصل جمع شدہ رقم مع اضافہ واپس دی جاتی ہے۔

اس سلسلے میں حکم یہ ہے کہ اس طرح کی رقم کی حیثیت قرض کی ہے، لہٰذا اگر وہ نصاب کو پہنچ جائے تو ان پر بھی سال بسال زکات واجب ہوگی، مگر ادائگی فوراً لازم نہیں بلکہ اس وقت جب کہ اُس کے قبضہ میں دین قوی (مثلاً قرض) سے بقدر خمس نصاب یا دینِ متوسط (مثلاً غیر تجارتی استعمالی چیز کی قیمت) سے بقدر کامل نصاب آئے گا۔

در مختار میں ہے: (فَتجِبُ) زَكَاتُهَا إِذَا تَمَّ نِصَابًا وَحَالَ الْحَوْلُ، لَكِنْ لَا فَوْرًا بَلْ (عِنْدَ قَبْضِ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا مِنْ الدَّيْنِ) الْقَوِيِّ كَقَرْضٍ (وَبَدَلِ مَالِ تِجَارَةٍ) فَكُلَّمَا قَبَضَ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا يَلْزَمُهُ دِرْهَمٌ.

(الدر المختار: 2، ص: 38، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال)

ایڈوانس رقم پر زکات:

تجارتی کاروبار میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خریدار مال کی قیمت پہلے ہی ادا کر دیتا ہے، اور مال، بیچنے والے ہی کے پاس پڑا رہتا ہے اس پیشگی دی ہوئی رقم کو ایڈوانس کہتے ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی شخص مکان یا دُکان کرایہ پر لینا چاہتا ہے تو اسے کچھ رقم بطور ایڈوانس مالک مکان کو دینی پڑتی ہے جو کرایہ میں کٹ کر ختم ہوجاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس ایڈوانس رقم کی زکات خریدار و کرایہ دار دونوں پر واجب ہوگی یا مال بیچنے والے مالک مکان پر؟

اس سلسلہ میں فقہاے کرام کے ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ اس طرح کے مال پر زکوۃ خریدار پر واجب نہیں بلکہ بیچنے والے پر ہے کیوں کہ وہ رقم خریدار کے قبضہ اور مِلک سے نکل چکی ہے اور بیچنے والا اس کا مکمل مالک ہوچکا ہے لہٰذا وہی اس کی زکات ادا کرے گا۔ بحر الرائق میں فتاوی قاضی خاں سے ہے:

رَجُلٌ اشْتَرَى عَبْدًا لِلتِّجَارَةِ يُسَاوِي مِائَتَيْ دِرْهَم بِمِائَتَيْنِ وَنَقَدَ الثَّمَنَ ولم يَقْبِضْ الْعَبْدَ حتى حَالَ الْحَوْلُ فَمَاتَ الْعَبْدُ عِنْدَ الْبَائِعِ كان على الْبَائِعِ زَكَاةُ الْمِائَتَيْنِ ...لأَنَّهُ مَلَكَ الثَّمَنَ وَحَالَ الْحَوْلُ عليه عِنْدَهُ. (الفتاوى الهندية 1/ 182، كتاب الزكاة، مسائل شتى)

ترجمہ: کسی نے تجارت کی نیت سے ایک غلام خریدا جس کی قیمت دو سو درہم کے برابر ہے، خریدار نے قیمت نقد ادا کر دی اور غلام پر قبضہ نہیں کیا یہاں تک کہ سال گزر گیا اور غلام، بیچنے والے ہی کے پاس مر گیا تو بیچنے والے پر دو سو درہم کی زکات واجب ہے، اس لیے کہ وہ قیمت کا مالک ہوگیا، اور اس پر سال بھی گزر گیا۔

اس سے واضح ہے کہ اس رقم کی زکات بیچنے والا دے گا، اگر چہ بیچا ہوا غلام اسی کے پاس رہا، مگر چوں کہ بیچنے والا، غلام کی قیمت کا مالک ہوگیا تو اب وہی اس کی زکات دے۔ اسی طرح ایڈوانس رقم کا لینے والا چوں کہ اس کا مالک ہوگیا اس لیے دینے والے پر زکات واجب نہیں بلکہ لینے والے پر ہے۔

اس سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوگیا کہ کرایہ کی رقم جو پیشگی مالک مکان کو دی گئی اس کی زکات بھی مالک پر ہی واجب ہے نہ کہ کرایہ دار پر۔ اس حکم کو علامہ کاسانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بدائع الصنائع میں بیان فرمایا:

إن الزكاة في الأجرة المعجّلة تجب على الآجر؛ لأنه ملكه قبل الفسخ. (بدائع الصنائع 3/ 391، كتاب الزكاة، الشرائط التي ترجع على من عليه المال)

ترجمہ: پیشگی کرایہ میں زکات مالک مکان پر واجب ہے کیوں کہ کرایہ داری کے ختم ہونے سے پہلے تک وہ اس کا مالک ہے۔

سیکورٹی کی رقم پر زکات:

مکان وغیرہ کرایہ پر لینے کی صورت میں کرایہ دار مالکِ مکان کو کرایہ کی متعیّنہ رقم کے علاوہ ایک بڑی رقم ضمانت کے طور پر ادا کرتا ہے۔ جسے پگڑی، سیکورٹی یا ضمانت کہتے ہیں۔ اس رقم کو کرایہ دار اس وقت واپس لے سکتا ہے جب مکان خالی کر دے یا کرایہ داری کا معاملہ ختم ہو جائے، درمیان میں لینے کا اختیار نہیں رہتا ہے۔ البتہ جتنی رقم ادا کر چکا ہوتا ہے وہ پوری مل جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس رقم کی زکات کرایہ دار پر واجب ہے یا مالکِ مکان پر (جس کے قبضے میں وہ رقم ہے)۔

اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ سیکورٹی کی رقم در حقیقت ایک قرض ہے جو کرایہ دار مالکِ مکان کو دیتا ہے اور قرض میں یہ متعیّن ہے کہ اس کی زکات اصل مالک پر ہی واجب ہے۔ لہٰذا سیکورٹی کے طور پر دی ہوئی رقم کی زکات کرایہ دار پر واجب ہوگی بشرطے کہ وہ صاحب نصاب ہو اور اس پر سال گزر گیا ہو۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

(فَتَجِبُ) زَكَاتُهَا إذَا تَمَّ نِصَابًا وَحَالَ الْحَوْلُ، لَكِنْ لَا فَوْرًا بَلْ عِنْدَ قَبْضِ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا مِنْ الدَّيْنِ) الْقَوِيِّ كَقَرْضٍ. (رد المحتار ج:2، ص: 38، كتاب الزكاة، باب زكاة المال)

توان کی زکات واجب ہے جب کہ نصاب مکمل ہو جائے اور سال گزر جائے، لیکن (ادائگی) فوراً واجب نہیں، بلکہ چالیس درہم کی مقدار وصول ہونے کے بعد۔ دَینِ قوی سے جیسے قرض اور مالِ تجارت کی قیمت۔ لہٰذا جب جب چالیس درہم وصول کرے گا اس پر ایک درہم دینا لازم ہوگا۔

کمپنیوں کے مخصوص شیئرز پر زکات

بعض کمپنیوں میں متعدّد شرکا ہوتے ہیں اور اپنے اپنے حصے کے مطابق اثاثے اور آمدنی کے مالک ہوتے ہیں، بعض صورتوں میں کمپنی کا اثاثہ و مالیت نصاب زکات سے بھی کئی گنا زیادہ ہوتی ہے لیکن اس کے شیئر ہولڈرز (حصہ داروں) کی تعداد اتنی بڑی ہوتی ہے کہ اگر کمپنی کی پوری مالیت کی تقسیم حصہ داروں پر کی جائے تو ان میں سے کوئی بھی صاحب نصاب نہیں ہوتا ہے، یا کچھ لوگ ہوتے ہیں، کچھ نہیں ہوتے۔

دریافت طلب یہ ہے کہ وجوب زکات میں کمپنی کی مجموعی مالیت کا اعتبار ہوگا یا ہر شریک کے انفرادی حصے کا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کے مشترک معاملات میں کمپنی کی مجموعی مالیت کے اعتبار سے زکات واجب نہیں ہوگی بلکہ حصّہ داروں کی انفرادی حالت کا اعتبار ہوگا۔ جس شخص کا حصہ بقدر نصاب ہوگا یا دوسرے مال کے ملانے سے نصاب کامل ہو جاتا ہے اس پر زکات واجب ہوگی اور جس کا نصاب نہ شیئر سے پورا ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے دوسرے اموال ملانے سے اس پر زکات واجب نہیں۔

درّ مختار میں علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(وَلَا تَجِبُ) الزَّكَاةُ عِنْدَنَا (فِي نِصَابٍ) مُشْتَرَكٍ (مِنْ سَائِمَةٍ) وَمَالِ تِجَارَةٍ (وَإِنْ صَحَّتْ الْخُلْطَةُ فِيهِ). (الدر المختار 2/ 304، کتاب الزکات، باب زكاة المال)

ترجمہ: ہمارے نزدیک مشترک چرائی کے جانور اور مشترک مالِ تجارت کے نصاب میں زکات واجب نہیں ہے اگرچہ اس میں شرکت صحیح ہو۔

لہٰذا جمع شدہ رقم، مالِ تجارت اور نفع میں سے جس کے حصے میں جس قدر آئے اسی کے حساب سے زکات واجب ہوگی۔

دکان مکان اور ٹینٹ کی چیزوں پر زکات:

دکان، مکان، ٹینٹ، یا دوسرے سامان جو کرائے پر اٹھانے کے لیے ہوں، ان پر زکات نہیں ہے، اگرچہ وہ لاکھوں روپے کے ہوں۔ یوں ہی کرائے پر چلنے والی گاڑیوں یا بسوں پر بھی زکات واجب نہیں ہوگی۔ ہاں! ان کی آمدنی تنہا یا دوسرے مال کے ساتھ مل کر نصاب کو پہنچ جائے تو زکات کی دیگر شرائط پائے جانے پر اس کی زکات دینا ہوگی۔

گاڑیوں پر زکوٰۃ:

گھریلو استعمال والی گاڑیوں، جانوروں اور حفاظتی ہتھیار نیز رہائشی مکان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ ہاں اگر یہ چیزیں کرایہ پر دے دی جائیں تو ان کے کرایہ پر زکات واجب ہوگی مگر اس شرط کے ساتھ کہ کرایہ سال بھر جمع ہوتا رہے اور نصاب تک پہنچ جائے۔

ہاں اگر یہ گاڑیاں فروخت کرنے کے لیے ہوں تو اب یہ سامانِ تجارت پر زکات اپنی شرائط کے ساتھ واجب ہے۔

***

زکاۃ کے چند مسائل

مولانا محمد اسلم مصباحی

قبل از وقت (اڈوانس) زکات نکالنے کا حکم: کسی شخص کی زکات کی ادائیگی کا وقت رمضان میں تھا یا رمضان کے بعد تو اس نے قبل از وقت رمضان میں رمضان کی فضیلت پانے کے لیے زکات ادا کر دی تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مال پر سال پورا ہونے سے پہلے اگر زکات نکال دیا جائے تو زکات ادا ہو جائے گی۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: ویجوز تعجیل الزکاۃ بعد ملك النصاب، ولا یجوز قبله، کذا فی الخلاصة۔

زکات ادا کرنے کے لیے رمضان کا انتظار: نصاب پر جب سال پورا ہو جائے فوراً زکات ادا کرنا واجب ہے، ادا کرنے میں دیر کرنا گناہ ہے مثلا: ایک شخص پہلی محرم کو مالک نصاب ہوا تو سال گزرنے پر پہلی ہی محرم کو اس پر واجب ہے کہ زکات ادا کرے، ذرا بھی دیر نہ کرے ورنہ گناہ گار ہوگا۔

آج یہ چلن ہے کہ صرف رمضان ہی میں زکات دیتے ہیں دوسرے مہینوں میں نہیں دیتے خلاف شریعت ہے، ان میں سے جن لوگوں کے نصاب پر رمضان سے پہلے سال تمام ہوا وہ لوگ اس وقت زکات نہ ادا کر کے رمضان کا انتظار کریں گے تو گناہ گار ہوں گے۔ اس لیے لازم ہے کہ ہر شخص یاد رکھے کہ وہ کس وقت مالک نصاب ہوا تھا۔ سال پورا ہونے پر اسی وقت حساب کر کے زکات نکال دے، اور اگر کسی کو یہ یاد نہ ہو کہ وہ کس تاریخ، کس مہینے میں مالک نصاب ہوا تھا تو وہ سوچ اور غور کرے، یاد کرنے کی کوشش کرے جس تاریخ پر دل جمے اسی کو معین کر لے۔

اعتبار انگریزی مہینوں کا ہے یا عربی مہینوں کا؟ جنوری، فروری کا اعتبار نہیں، اعتبار عربی مہینوں کا ہوگا۔ عربی مہینے کی جس تاریخ، گھنٹہ، منٹ پر مالک نصاب ہوا، سال پورا ہونے پر اسی مہینے کا وہی گھنٹہ، منٹ اس کے لیے زکات کا سال ہے۔ عربی مہینے کی اسی تاریخ، گھنٹہ، منٹ پر زکات ادا کرنا واجب ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: العبرة فی الزکاۃ للحول القمري، کذا فی القنیة.

فرضیت زکات کے سلسلے میں عالم اور جاہل برابر ہیں: عالم مالک نصاب ہو اور اس پر زکات فرض ہو اس کے باوجود وہ زکات نہ دے تو اس کی بھی وہی سزا ہے جو عوام کی ہے، اسی طرح سید اگر اتنا مال دار ہو کہ اس پر زکات فرض ہو تو اس پر بھی زکات فرض ہے، نہیں دیتا ہے تو گناہ گار ہے۔ البتہ سید کو زکات لینا جائز نہیں، سید کو دینے سے زکات ادا نہ ہوگی۔

ادائیگی زکات کی نیت سے مال علاحدہ کر لینا کافی نہیں:

زکات کی رقم ادا کی نیت سے کسی کو دیا، وہ ادا کرنے جا رہا تھا کہ کسی وجہ سے زکات کی رقم ضائع ہو گئی، اس سے زکات ادا نہ ہوئی، بلکہ واجب ہے کہ دوبارہ زکات ادا کرے۔

رد المحتار میں ہے: فلو ضاعت لا تسقط عنه الزکاة، ولو مات کانت میراثا عنه.

ادائے زکات کے لیے متعین مال میں تصرف: ادائے زکات کی نیت سے مال علاحدہ کر دیا اور ابھی فقیروں کو دیا نہیں یہاں تک کہ محتاج ہو گیا تو یہ ابھی اس کا مال ہے، وہ اسے تصرف میں لا سکتا ہے لیکن جتنے سال مالک نصاب رہا اتنے کی زکات ادا کرنا اس پر فرض ہے۔ بے ادا کیے بری الذمہ نہ ہوگا کتنا ہی تنگ دست ہو جائے۔

ادائیگی زکات سے بچنے کے لیے حیلہ اختیار کرنا: زید سال گزرنے سے پہلے اپنی ساری املاک اپنی بیوی کو اس طرح ہبہ کر دیتا ہے کہ اس پر سے اپنا قبضہ اٹھا کر بیوی کو قبضہ دے دیتا ہے تو واقعی اس کے اموال پر حولان حول نہیں ہوتا اور زکات اس پر واجب نہیں۔ مگر چوں کہ وہ ایسا زکات سے فرار کے لیے کرتا ہے اس لیے دیانۃً سخت معیوب اور ناپسندیدہ ہے۔ زکات فرض ہے اور اسلام کے ارکان میں سے ہے، اس کی ادائیگی میں جو ثواب ہے وہ نفلی صدقات میں نہیں، اس سے فرار سخت معیوب، ناپسندیدہ۔ ایسے لوگوں کو ”اصحاب سبت“ کے قصے سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

حضرت موسی علیہ الصلاۃ والتسلیم کی شریعت میں سنیچر کو مچھلیوں کا شکار کرنا حرام تھا، کچھ یہودیوں نے چالاکی دکھائی اور مچھلیاں پکڑنے کے لیے حیلہ اختیار کیا، اس چالاکی پر وہ سب بندر بنا دیے گئے۔

طالب علم کا اپنے گھر کی زکات کو بوقت ضرورت استعمال کرنا: طالبان علوم دینیہ اپنے گھر کی زکات بوقت ضرورت استعمال نہیں کر سکتے، کیوں کہ بیٹے کو زکات دینے سے زکات ادا نہ

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

ہوگی، اگرچہ کتنی ہی اشد ضرورت ہو۔

اس زمانے میں مستحق کی تحقیق بہت ضروری ہے:

جس کو زکات دیا جائے اگر وہ اسے ناجائز کاموں میں خرچ کرے تو دینا جائز نہیں، اور اگر وہ اپنی ضروریات میں صرف کرے اور واقعی وہ مستحق ہو تو اسے دینا مقدم ہے مگر اس زمانے میں مستحق کی تحقیق بہت ضروری ہے، بہت سے غیر مستحق جن کے پاس کثیر مال جمع ہوتا ہے اپنے آپ کو ایسا ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں۔

زکات کی ادائگی میں حق تقدم کس کو ہے: زکات کی ادائگی میں حق تقدم رشتہ داروں کو ہے، یا پھر زیادہ ضرورت مندوں کو، یا پھر جو لوگ زیادہ دین دار ہوں یا زیادہ متقی پرہیزگار ہوں، یا جہاں زکات دینے میں مسلمانوں کو زیادہ فائدہ ہو۔

رشتہ داروں میں حق تقدم کس کو ہے: ماں باپ اپنی اولاد کو، اولاد اپنے ماں باپ کو، شوہر اپنی بیوی کو، بیوی اپنے شوہر کو زکات و فطرہ کی رقم نہیں دے سکتے۔ بقیہ رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کو دے سکتے ہیں۔ جیسے: بھائی، بہن، چچا، خالہ، ماموں، پھوپھی وغیرہ۔ ان میں جو زیادہ مستحق ہو اسے تقدم حاصل ہے۔ نوٹ: ماں باپ میں دادا دادی، نانا نانی اور اولاد میں پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں بھی شامل ہیں۔

پیشہ ور بھیک مانگنے والے کو زکات کی رقم نہ دی جائے:

تجربہ شاہد ہے کہ سائلین جن کا پیشہ بھیک مانگنا ہے عموماً مال دار ہوتے ہیں؛ اس لیے پیشہ ور بھیک منگوں کو زکات کی رقم ہرگز ہرگز نہ دی جائے۔ لیکن اس ظن غالب پر کہ سائل مالک نصاب نہیں زکات دے دی تو ادا ہوگئی۔

بورڈ سے ملحق مدارس کو زکات دینے کا حکم: بورڈ سے ملحق مدارس کو زکات و فطرہ و دیگر عطیات سے مدد دینا بلا شبہہ جائز ہے جب کہ زکات، فطرہ، صدقات واجبہ کی رقوم حیلۂ شرعیہ کے بعد صرف کی جاتی ہوں؛ اس لیے کہ ان مدارس کا بھی معظم مقصود علم دین ہی کی تعلیم ہے، رہ گئی سائنس، جغرافیہ، حساب وغیرہ کی تعلیم یہ ضمنی ہے جیسے درس نظامیہ میں منطق، فلسفہ، اقلیدس، حساب ہمیشہ سے داخل رہا ہے حالاں کہ فلسفہ کے بہت سے مسائل الحاد و زندقہ ہیں، مدرسین و طلبہ کی نیت پر حملہ کرنا دیانت کے خلاف ہے۔ حدیث میں ہے: أفلا شققت عن قلبه۔

دور حاضر میں بیت المال قائم کرنے کی شرط:

اس زمانے میں مسلمان پر آئے دن افتاد پڑتی رہتی ہے پھر مسلمانوں میں بہت سے حاجت مند محتاج ہوتے ہیں اس کو سامنے رکھ کر اگر مسلمان اپنے طور پر کوئی بیت المال قائم کریں جس میں زکات، فطرہ، چرم قربانی اور مسلمانوں کے عطیات جمع کریں اور ان کو دیانت داری کے ساتھ ان کے صحیح مصرف میں صرف کریں تو کوئی حرج نہیں۔

بیت المال میں زکات، فطرہ و دیگر صدقات واجبہ کی رقوم بھی لی جا سکتی ہیں مگر ان کی ادائگی کے لیے شرط یہ ہے کہ ان میں سے ایک پیسہ بھی کسی صاحب نصاب یا نسباً کسی ہاشمی کو نہ دیا جائے، اور جس محتاج کو دیا جائے اسے مالک و مختار بنا کر کے قبضہ دلا دیا جائے۔ مثلاً کسی محتاج لڑکی کی شادی کرنی ہے تو زکات و فطرہ کی جو رقم بھی اسے دی جائے اسے اس کا مالک بنا دیا جائے یہ پابند نہ کیا جائے کہ وہ اسے فلاں مصرف ہی میں صرف کرے گی۔ حیلہ شرعی کی اجازت شرعی ضرورت کے پائے جانے کے وقت ہے۔ کب یہ ضرورت ہے، کب نہیں اس کی صورت متعیّن کر کے کسی معتمد مفتی سے اجازت لے کر حیلہ شرعی کیا جائے۔

آج ہوتا یہ ہے کہ بیت المال کے زکات و فطرہ وغیرہ کے رقوم ہی سے کلرک اور چپراسی رکھے جاتے ہیں۔ اسی سے خریداری کی جاتی ہے، آنے جانے والوں کے لیے چائے ناشتہ اور دعوتوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ان سب میں زکات و فطرہ کی رقوم کو صرف کرنا جائز نہیں۔ ہاں اس کی اجازت ہے کہ جب حاجت شرعیہ ہو تو حیلۂ تملیک کر کے زکات کی رقوم علاوہ تملیک کے دوسری چیزوں میں صرف کی جا سکتی ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ حاجت شرعیہ ہو، دھوم دھام سے شادیاں کرانا، جہیز دینا، کسی بچی کو جوڑے دینا، زیور بنانا یہ حاجت شرعیہ نہیں۔

دوسری بات یہ کہ سال تمام ہونے پر زکات علی الفور واجب ہوتی ہے یعنی اس کی ادائگی فوراً واجب ہے اور تاخیر گناہ۔ اب اگر بیت المال والوں نے زکات وغیرہ کی رقوم وصول کر کے بینک میں جمع کر دیا اور نیت یہ کی کہ ہم کو جب ضرورت ہوگی نکالیں گے تو محض اتنے سے زکات ادا نہ ہوگی جب یہ رقم مستحق زکات تک پہنچے گی تو ادا ہوگی؛ اس لیے زکات وغیرہ کی رقوم وصول کر کے بلا تاخیر زکات کے مستحقین کو دینا واجب ہے اور تاخیر کرنا گناہ۔ اگر بوجہ ضرورت شرعیہ کسی کام کے لیے حیلۂ تملیک کی ضرورت ہو تو حیلۂ تملیک کر کے پھر بینک میں جمع کیا جائے تاکہ زکات کی ادائگی میں تاخیر نہ ہو۔

(ماخوذ و ملخص از فتاوی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، جلد ہفتم)

-*-*-*-

چراغ خانہ

عادتیں جو بیماریوں سے بچا سکتی ہیں

کیا کبھی آپ نے غور کیا ہے کہ آپ کے آس پاس موجود کچھ لوگ اکثر بیمار رہتے ہیں جبکہ بعض افراد موسم کی سختی کو بآسانی برداشت کرلیتے ہیں اور ہمیشہ صحت مند اور تندرست نظر آتے ہیں۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ انسان کا رہن سہن اور لائف اسٹائل اس کی صحت کو متاثر کرتا ہے جس کی وجہ سے لوگ بار بار بیمار ہوتے ہیں۔ کمزور قوت مدافعت بھی بیمار ہونے کی وجہ ہوتی ہے جس کے نتیجے میں آپ کی روزمرہ زندگی بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے اور پریشانیاں و فکریں انسان کو گھیرلیتی ہیں۔ یہاں صحت مند انسانوں کی چند عادات پیش کی جارہی ہیں جنہیں دیکھ کر کمزور قوت مدافعت کے حامل افراد بھی اپنی معمولات زندگی میں تبدیلی کرسکتے ہیں اور بار بار بیمار رہنے کی عادت سے پیچھا چھڑا سکتے ہیں۔

مثبت سوچ: بار بار بیمار رہنے کی ایک وجہ آپ کی سوچ بھی ہوسکتی ہے۔ اگر آپ اپنے دماغ میں یہ بات بٹھالیں کہ سرد و گرم موسم کے اثرات آپ پر اثر انداز ہورہے ہیں جس کی وجہ سے آپ کا مدافعتی نظام کمزور پڑرہا ہے تو آپ لازمی بیمار ہوں گے۔ اس کے برعکس آپ اگر موسم کی سختی کو اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دیں اور بیماری کے متعلق زیادہ نہ سوچیں تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی صحت پر اس کے مثبت اثرات مرتب ہونا شروع ہوگئے ہیں۔

زیادہ سے زیادہ پانی پئیں: زیادہ سے زیادہ پانی پینے کی عادت کو اپنی زندگی میں اس طرح شامل کرلیں کہ اس کے بغیر آپ کو اپنی زندگی ادھوری محسوس ہونے لگے۔ کوشش کریں کہ دن میں کم از کم 8 گلاس پانی پیئیں۔ صحت مند زندگی میں پانی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک 20 کلو وزن کے انسانی جسم کو 1 لیٹر پانی کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا اگر آپ کا وزن 50 کلو گرام ہے تو آپ کو ڈھائی لیٹر پانی کی ضرورت ہے۔

وٹامن سی کا استعمال: وٹامن سی کا استعمال انسانی صحت کے لیے بہت ضروری ہے کیونکہ یہ وٹامن مدافعتی نظام کو بڑھانے کے ساتھ طاقتور بھی بناتا ہے۔ وٹامن سی حاصل کرنے کا سب سے بہترین ذریعہ ترش پھل جیسے لیموں، کینو، مالٹا وغیرہ ہیں جبکہ دھوپ سے بھی وٹامن سی حاصل کی جاسکتی ہے۔

بھرپور نیند: اگر کوئی انسان بے خوابی کا شکار ہے اور جلدی لیٹنے کے باوجود اسے نیند نہیں آتی تو اس کا مطلب ہے کہ اس کا مدافعتی نظام بے حد کمزور ہے کیونکہ نیند کا براہ راست تعلق مدافعتی نظام سے ہوتا ہے لہٰذا کوشش کریں کہ بھرپور نیند لیں اور صبح تازہ دم اٹھیں۔

حفظان صحت اور مناسب صفائی: کوشش کریں کہ اپنے آس پاس کی جگہ خاص طور پر فرش، دروازے، لائٹ، سوئچ بٹن، ریموٹ اور ٹوائلٹ وغیرہ کی صفائی کا بے حد خیال رکھیں کیونکہ گھر میں اگر ایک انسان بیمار ہوگا اور وہ ان تمام چیزوں کو ہاتھ لگائے گا تو اس کے جراثیم گھر کے دیگر افراد میں منتقل ہوجائیں گے جس کی وجہ سے دیگر لوگوں کے بیمار ہونے کا خطرہ بڑھ جائے گا۔

موبائل فون کی صفائی: موبائل فون استعمال کرنے والے یہ بات ذہن میں بٹھالیں کہ موبائل پر نقصان دہ بیکٹریا سب سے زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں لہٰذا موبائل فون کی روزانہ صفائی کو یقینی بنائیں اور اگر ہوسکے تو دن میں دوبار اسے اچھی طرح صاف کریں۔

احتیاطی تدابیر: سرد موسم کی شروعات ہوتے ہی نزلے اور زکام کے جراثیم انسانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں جس کے باعث انسان بیمار ہوجاتے ہیں اور اپنے آس پاس کے لوگوں کو بھی بیمار کرتے ہیں لہٰذا ان جراثیم سے بچنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ موسم کی تبدیلی کے ساتھ ہی نزلے اور زکام سے بچاؤ کی ویکسین لے لیں اس طرح آپ کا مدافعتی نظام بیمار کرنے والے جراثیم سے لڑنے کے لیے تیار ہوجائے گا۔

ہاتھوں کو دھونے کی عادت اپنائیں: ہاتھ دھونے کی عادت ہمیں بچپن سے سیکھائی جاتی ہے۔ یہ عادت حفظان صحت کے اصولوں کے معیار پر پوری اترتی ہے۔ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں، اس کے علاوہ ٹوائلٹ سے باہر آنے کے بعد بھی لازمی ہاتھ دھونے کی عادت اپنائیں۔

ورزش کرنے کی عادت: روزانہ ورزش کرنے کو اپنا معمول بنالیں۔ ورزش کرنے سے انسانی صحت پر مثبت نتائج برآمد ہوتے ہیں اور انسان تازہ دم اور چست ہوجاتا ہے۔

گوشت سے پرہیز: بعض افراد اپنی خوراک میں گوشت لازمی کھاتے ہیں۔ روزانہ گوشت کھانے کی عادت انسانی صحت کے لیے بہت نقصان دہ ہے اس سے مدافعتی نظام بھی کمزور ہوتا ہے جب کہ وزن میں بھی اضافہ ہوتا ہے جو بذات خود ایک بیماری ہے۔

ہری سبزیوں کا استعمال: گوشت کے بجائے اپنی خوراک میں ہری سبزیوں کا استعمال بڑھادیں۔ ہری سبزیاں اینٹی آکسیڈنٹ حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہوتی ہیں جب کہ ان میں بہت سارے وٹامن بھی پائے جاتے ہیں جو مدافعتی نظام کو طاقتور بناکر جسم کو جراثیم کے خلاف لڑنے کے تیار کرتے ہیں۔

دوستوں کے ساتھ وقت گزارنا: دوستوں کے ساتھ لازمی وقت گزاریں کیونکہ انسان اپنے دوستوں کے ساتھ خوش رہتا ہے جس کے مثبت اثرات اس کی زندگی پر پڑتے ہیں۔

غیر معیاری غذا سے اجتناب: عموماً نوجوان تیل میں تلی ہوئی چیزیں جنہیں 'اسنیکس' کہا جاتا ہے بہت شوق سے کھاتے ہیں جب میں چپس وغیرہ شامل ہیں تاہم یہ چیزیں وزن میں اضافے کا باعث بنتی ہیں جب کہ انہیں کھانے سے گلے کے مسائل بھی پیدا ہوجاتے ہیں۔

ہربل چائے: ہربل چائے (سبز چائے) اینٹی آکسیڈنٹ

حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں جو جسم میں موجود اضافی چربی کو زائل کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں جبکہ سبز چائے پینے سے انسان نہایت ہلکا پھلکا اور چست محسوس کرتا ہے۔

خوش رہیں: کوشش کریں ہر بات پر ڈیپریشن اور تناؤ کا شکار نہ ہوں بلکہ بڑی سے بڑی بات کو بھی ہلکے پھلکے انداز میں لیں اور زیادہ سے زیادہ خوش رہنے کی کوشش کریں۔ ❖❖

گوشۂ ادب

علامہ شوق نیموی کی نعت گوئی

طفیل احمد مصباحی

رئیس المحدثین، ماہرِ عروض ولسانیات حضرت علامہ ظہیر احسن شوق نیموی علیہ الرحمہ (متوفیٰ: 1904ء) کی ہشت پہلو شخصیت کے مختلف رنگ وروپ ہیں۔ وہ عالم، محدث، فقیہ، مناظر، حکیم وطبیب، ماہرِ لسانیات، ناقد ومحقق، ادیب وشاعر اور ایک کامیاب مدرس تھے۔ اسلامی علوم کے علاوہ ادبی فنون میں بھی غایت درجہ کمال حاصل تھا۔ "مولویت" نے ان کی "ادبیت" پر آج دبیز پردہ ڈال دیا ہے، ورنہ شوق نیموی صوبۂ بہار کے اس نامور سپوت کا نام ہے، جس کی شاعرانہ عظمت اور ادبی جاہ و جلال کا ڈنکا عظیم آباد اور لکھنؤ سمیت پورے ہندوستان میں بجتا تھا۔ آج سے 90 سال قبل ماہنامہ "ندیم"، گیا کے مدیرِ اعلیٰ نے لکھا تھا کہ صوبۂ بہار میں حضرت علامہ آزاد، حضرت شاد مرحوم، حضرت شوق نیموی مرحوم وغیرہ۔ شعرا اور ادبا کی ایک ایسی جماعت تھی جس نے پورے ہندوستان پر اپنا سکہ بٹھا رکھا تھا۔

(ماہنامہ ندیم، گیا، بہار نمبر، ص: 5، جولائی واگست 1933ء)

اس مختصر سے مضمون میں موصوف کی شاعری اور بالخصوص ان کی نعت گوئی پر کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ علامہ شوق نیموی ایک قادر الکلام اور منجھے ہوئے شاعر تھے۔ شاعری کی تمام مروجہ اصناف پر استادانہ ملکہ حاصل تھا۔ والیِ ریاست رام پور نواب کلب علی خان، داغ دہلوی، منشی امیر مینائی، احسن مارہروی، مولانا ابوالکلام آزاد اور خود ان کے اساتذۂ کرام میں علامہ سعید حسرت عظیم آبادی، شمشاد لکھنوی و تسلیم لکھنوی ان کے شاعرانہ کمال کے معترف و مداح تھے۔ داغ دہلوی وامیر مینائی نے شوق کی مثنوی "سوز وگداز" کے لیے قطعاتِ تاریخ بھی کہے ہیں۔ داغ دہلوی نے اپنے ایک مکتوب میں شوق کو "اریکہ آرائے بزمِ کمال ومحققِ بے مثال" لکھا ہے۔ ابھی درسِ نظامی کی ابتدائی کتاب گلستاں وبوستاں ہی پڑھتے تھے کہ شعر کہنے لگے تھے اور بیت بازی میں فی البدیہہ اشعار موزوں کر مقابلہ جیت جاتے تھے۔ دورانِ تعلیم غازی پور کے مختلف مشاعروں میں شرکت کرتے اور اپنی اعلیٰ شاعری سے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتے۔ اسی طرح لکھنؤ کے زمانۂ تعلیم میں کثرت سے مشاعرے میں شریک ہوتے تھے۔ ان کی پہلی غزل کا مطلع ومقطع ملاحظہ کریں اور اندازہ لگائیں کہ جب شاعری کی ابتدا ایسی ہے تو انتہا کیسی رہی ہوگی:

سوزِ غم سے آبلہ اپنا دلِ تفتیدہ ہے
اور سارا جسم شکلِ موئے آتش دیدہ ہے
کر تجسس گوہرِ مقصود مل جائیں گے شوق
دل کے ویرانے میں گنجِ معرفت پوشیدہ ہے

غزل گوئی کا پہلا یا دوسرا سال تھا کہ آپ کو خبر ملی کہ لکھنؤ میں ایک عظیم الشان مشاعرہ منعقد ہوا تھا، جس کی طرح بڑی سخت تھی: "زمینِ شعر میں کرتے ہیں ہم تعمیر پتھر کی"۔ شوق نے بھی اس پر طبع آزمائی کی اور ایک شان دار غزل لکھی، جس کا مطلع اور مقطع ہے:

ہوا جب جل کے سرمہ بڑھ گئی توقیر پتھر کی
کیا چشمِ بتاں میں گھر زہے تقدیر پتھر کی
نہایت کاوشِ دل سے جو میں نے یہ غزل لکھی
زمینِ شعر میں اے شوق کی تعمیر پتھر کی

مذکورہ بالا شعر میں جو لطف، کشش اور معنویت ہے، وہ اہلِ ذوق سے پوشیدہ نہیں۔ ردیف کا نباہ لے جانا، شاعرانہ کمال کی دلیل ہے۔ شوق نیموی جس وقت لکھنؤ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، وہاں ایک مشاعرہ ہوا، جس کی زمین تھی: "خنداں کا، ایماں کا"۔ شوق نے بھی ایک غزل لکھی اور خراماں خراماں مشاعرے کے لیے روانہ ہو گئے۔ بعدِ ختمِ مشاعرہ جناب شیخ محمد جان صاحب شاد لکھنوی نے شوق نیموی سے فرمایا کہ "یہ مشاعرہ آپ ہی کے ہاتھ رہا"۔ اس غزل کے دو شعر آپ بھی ملاحظہ کریں:

جنوں میں ایک دن ڈنکا بجے گا جوشِ ایماں کا
ہے اللہ آوازہ مرے چاکِ گریباں کا
ورق مجھ کو جو ہاتھ آجائے خورشیدِ درخشاں کا
تو لکھوں وصفِ روئے پاک کچھ محبوبِ یزداں کا

(تذکرہ مسلم شعرائے بہار، حصہ دوم، ص: 311، ناشر: درج نہیں)

جب آپ نے بلند پایہ کتاب "ازاحۃ الاغلاط" تصنیف کی تو

tufailmisbahi@gmail.com

علمی و ادبی حلقوں میں کافی پسند کی گئی۔ کتاب خالص علمی و تحقیقی نوعیت کی ہے اور عربی و فارسی کے غلط الفاظ کی تحقیقاتِ نادرہ و تنقیحاتِ مفیدہ پر مشتمل ہے۔ نواب کلب علی خاں والیِ رام پور کی نظروں سے جب یہ کتاب گذری تو کافی متاثر ہوئے اور شوق نیموی کو رام پور بلایا گیا۔ چنانچہ آپ رام پور پہنچے اور شعرا کے دستور کے مطابق نواب صاحب کی مدح میں لکھا اپنا ایک قصیدہ پیش کیا۔ شوق جس دم یہ قصیدہ پڑھ رہے تھے، مجلس میں داغ دہلوی بھی موجود تھے اور وہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ قصیدے کے چند اشعار دیکھیں:

وحشت زدہ ہوں بوئے گلِ تر سے زیادہ
مشکل ہے ٹھہرنا کہیں دم بھر سے زیادہ
تقدیر اُڑائے لیے پھرتی ہے شب و روز
ہر تارِ نفس ہے مجھے شہپر سے زیادہ
ہوں اشک چکیدہ نہیں جز خاک مجھے چین
ہے فرشِ زمیں بالش و بستر سے زیادہ
ہر چند کہ ہے تا بہ گلو چشمۂ حیواں
لیکن ہوں جگر تشنہ سکندر سے زیادہ

تشبیب کے بعد گریز پھر اصل مدعا یعنی مدح اور خاتمہ (فنی لحاظ سے قصیدہ کے یہی چار اجزائے ترکیبی ہیں) کے اشعار ملاحظہ کریں:

ایسے کا ثنا خواں ہوں کہ اوصاف ہیں جس کے
وسعت گہِ تخئیلِ سخن ور سے زیادہ
جمشید حشم، ظلِ خدا، کلب علی خاں
دارائے جہاں بخش سکندر سے زیادہ
اے شوق شب و روز پئے حضرتِ ممدوح
کر عرض یہی خالقِ اکبر سے زیادہ
یارب مرے سلطاں کو صحت رہے حاصل
ہو عمر عطا خضر پیمبر سے زیادہ

(دیوانِ شوق، ص:86، 87، 88، مطبوعہ: مطبع سیدی، گورہٹہ، پٹنہ)

غرض کہ شوق نیموی کی شاعرانہ حیثیت وعظمت مسلم ہے اور شاعر بھی ایسے کہ قواعدِ عروض، مبادیاتِ لسانیات اور اصولِ زبان و بیان کے معاملے میں ”مجتہدِ عصر“ کے منصب پر فائز تھے۔ شاعری کی مختلف اصناف بالخصوص ”غزل گوئی و مثنوی نگاری“ میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ پروفیسر مظفر اقبال، ڈاکٹر احمد حسن دانش بھاگل پوری اور پروفیسر حقانی القاسمی وغیرہ نے آپ کی مثنوی نگاری کا فکری و فنی جائزہ لیتے ہوئے ہندوستان کے عظیم مثنوی نگاروں میں آپ کا نام بھی شامل کیا ہے۔ دشتِ شعر و سخن کے اس مجنوں کی بات ہی نرالی ہے۔ آپ کا تخلص "شوق" شعر و سخن کے معاملے میں آپ کے شوق فراواں کا ظاہر کرتا ہے۔ جناب غلام رسول قوس حمزہ پوری کے مجموعۂ کلام ”قرینۂ غزل“ پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر طلحہ رضوی برق دانا پوری نے ایک جگہ لکھا ہے کہ "تخلص کے پیچھے شاعر کا اپنا میلانِ طبع، اپنا رجحانِ فکر اور اپنی پسند کام کرتی ہے، یہی اس کی وجہِ تسمیہ ہے۔ شاعر کا تخلص اس کی شخصیت کا مختصر آئینہ اور اس کے اندرون (باطن) کا عکاس ہے۔ رفتہ رفتہ تخلص و شخصیت کے روابطِ نہفتہ (پوشیدہ) اپنے اوصاف کے ساتھ آشکارا بھی ہوتے ہیں۔

برق صاحب کی اس بات میں بڑی سچائی معلوم ہوتی ہے۔ مرزا غالب کے غلبۂ شعر و سخن اور ڈاکٹر اقبال کے عروجِ فکر و فن میں ان کے تخلص کی کارفرمائی محسوس کی جا سکتی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس اسی تخلص کے آئینے میں ہم علامہ شوق نیموی کے شوق فراواں اور ذوق بیکراں کو دیکھ سکتے ہیں۔ وہ سراپا شوق تھے۔ علم و حکمت کا شوق، شعر و ادب کا شوق، تحقیق و تنقید کا شوق، لسانی تنقیح کا شوق، شاعری کا شوق اور نعت گوئی کا شوق، ان کی تہ دار فکر و شخصیت کا نمایاں ترین پہلو ہے اور یہی شوق فرواں آگے چل کر ذوق اور فطرتِ ثانیہ کا روپ دھار لیتا ہے اور ان کی ذات سے کارہائے عظیم انجام پاتے ہیں۔

شوق نیموی مختلف شعری اقسام اور ان کے بنیادی صنفی تقاضوں سے پوری طرح واقف تھے۔ ان کی شعری مہارت کا حال یہ ہے کہ جدھر رخ کرتے ہیں، اپنی مہارت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ جب غزلیات کے میدان میں آتے ہیں تو غزل کے شبنمی لہجوں کو برقرار رکھتے ہیں۔ جب قصیدہ نگاری پر آتے ہیں، اس وقت ان کے تخیل کی پرواز قابلِ دید ہوتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے گویا اپنے وقت کے مرزا رفیع سودا ہیں، جن کی قصیدہ نگاری پر اہلِ ادب کو ناز ہے۔ جب مثنوی گوئی کی وادی میں قدم رکھتے ہیں تو اس کے صنفی مقتضیات سے بحسن و خوبی عہدہ برآ ہوتے ہیں اور جب تقدیسی شاعری (حمد و نعت و منقبت) کی پُرکیف فضا میں تشریف لاتے ہیں، اس وقت ایک ممتاز عالم و محدث اور محتاط نعت گو شاعر کا اندازِ بیان اپناتے ہیں۔ لیکن یہاں بھی ان کی شاعرانہ بصیرت قابلِ دید اور لائقِ داد ہوتی ہے۔

حضور نبیِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثنا، فکر و فن کی آبرو، شعر وسخن کی معراج اور زبان وقلم کے لیے باعثِ اعزاز ہے۔ یہ سعادت ہر ایک کو میسر نہیں ہوتی اور یہ شرف ہر سخنور کو حاصل نہیں ہوتا۔ نعت گو شاعر اپنی قسمت کی ارجمندی پر جس قدر ناز کرے کم ہے کہ اسے خالقِ لوح وقلم اللہ جل مجدہ نے اپنے ممدوح جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف کی توفیق ارزاں فرمائی ہے۔ نعت کی دشواری اور اس راہِ پُرخار کی آبلہ پائی کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں، جو اس راہ کے مسافر رہ چکے ہیں۔ سعادت مند روح اور محبت آشنا دل ہی نعت کی دشواریوں اور اس کی رفعتوں کا صحیح اندازہ کر سکتا ہے۔ نعت گوئی کے لیے قلبِ سلیم اور فکرِ مستقیم کی ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں اس کارِ خیر کی انجام دہی کے لیے تاریخ و سیرت اور اسلامیات کا وسیع مطالعہ بھی لازمی ہے۔ نعت رقم کرنے کے لیے صرف شاعری اور ادبیت و شعریت کا علم ہی کافی نہیں، بلکہ شریعت کا علم بھی ضروری ہے۔ شریعت کا علم شاعرِ نعت کو قدم قدم پر ٹھوکر کھانے اور ایمان وعقیدہ کے ضیاع سے بچاتا ہے۔ نعت کا موضوع حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وصفات ہے اور آپ کی ذات وصفات کے روح پرور بیان کو نعت کہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی ذات و صفات کس قدر ارفع و اعلیٰ ہیں، اس بات کا علم قرآن و حدیث سے حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا قرآن و حدیث کا جو جتنا بڑا عالم ہوگا، اس کی نعتیہ شاعری بھی اتنی ہی کامیاب اور عظیم ہوگی۔ عصرِ حاضر کے نامور ادیب وناقد جناب ناوک حمزہ پوری (جنھوں نے نعتیہ شاعری پر مستقل کتاب بھی لکھی ہے) نے اپنے تنقیدی مضامین کا مجموعہ "زاویۂ نظر" میں بڑی سچی بات کہی ہے اور وہ یہ کہ:

"موضوعِ نعت، ذات وصفاتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو، آپ کے سراپا کا بیان ہو، شبیہ (صورتِ مبارک) کی لفظی تصویرکشی ہو، عادات واخلاق کا بیان ہو، فضائل ومحاسن کا ذکر ہو، آپ سے خطاب ہو اور عقیدت و محبت کا اظہار ہو۔ اردو میں اب یہ روایت مستحکم ہوگئی ہے کہ (حضور علیہ السلام کی تعریف و توصیف پر مشتمل) صرف کلامِ منظوم ہی کو نعت کہتے ہیں۔ یعنی ہر وہ شعر نعت ہے، جس کا تاثر ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب لائے..... جو شاعر جس قدر قرآنی آیات و احادیث کا علم رکھتا ہے، اسی تناسب سے وہ نعت گوئی میں مہارت رکھتا ہے"۔

(زاویۂ نظر، ص:40، 41، ناشر: دار الادب، حمزہ پور، گیا، بہار)

علامہ شوق نیموی کی علمی گہرائی وگیرائی ان کے نعتیہ کلام سے ظاہر ہے۔ ان کی نعت کے ہر شعر سے کوئی اسلامی عقیدہ یا سیرتِ طیبہ کا کوئی اہم گوشہ ضرور برآمد ہوتا ہے۔ ان کی نعت گوئی اگرچہ کمیت کے لحاظ سے مختصر ہے، لیکن کیفیت کے اعتبار سے پُرکیف، سحر انگیز اور معنیٰ خیز ہے۔ ان کی مشہورِ زمانہ "مثنوی سوز وگداز" جو ایک زمانے تک عصری دانش گاہوں کے نصاب میں شامل رہی ہے، کے ابتدائی نعتیہ اشعار اتنے وقیع اور معنی خیز ہیں کہ ان کی توضیح وتشریح میں ایک مختصر رسالۂ سیرت تیار ہو سکتا ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری قلب کو تسکین، روح کو بالیدگی، فکر وقلم کو توانائی اور ذہن کو پاکیزگی فراہم کرتی ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری کا یہ نمونہ دیکھیں:

جو وقتِ ذکرِ نعتِ مصطفیٰ ہے
زبانِ خامہ پر صلِّ علیٰ ہے
نہ کیوں کر شور ہو صلِّ علیٰ کا
تصور ہے جنابِ مصطفیٰ کا
سوئے ہستی ہوئے جب رونق افروز
گری ابلیس پر برقِ جگر سوز
چمک اٹھا یکایک بختِ اسلام
زمیں پر گر پڑے منہ کے بل اصنام
یہ چھایا رعبِ حکمِ شاہِ اسریٰ
کہ کانپ اٹھا یکایک قصرِ کسریٰ
براقِ باد پا پر برق آسا
زمیں سے پہنچے تا عرشِ معلّیٰ
ہوا قربِ خداوندِ دو عالم
ہوئے کیا نیاز و ناز باہم

(مثنوی سوز وگداز، ص:46، ناشر: بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ)

شوق کے نعتیہ کلام میں سادگی کے ساتھ پرکاری اور صفائی و برجستگی کے ساتھ معنوی تہ داری پائی جاتی۔ سادہ طرز بیان، عام فہم شعری اسلوب، سلاست وروانی، فصاحت وبلاغت اور ادبی لطافت ونفاست بھی ان کی نعتیہ شاعری کی ایک امتیازی خصوصیت ہے۔ عشق و اردات، جذبات کی شدت وحرارت اور سوز وگداز کی کیفیت پائی جاتی ہے۔

ہے جو سرگرم شفاعت طلبی
شوق لکھ نعتِ رسولِ عربی
سایۂ ذاتِ حقِ جلّ و علا
مظہرِ نورِ خدا ، صلِّ علیٰ
بادشاہِ عرب و فخرِ عجم
سرورِ دین و شفیعِ عالم
بلبلِ گلشنِ رحمت ہیں آپ
گلِ گلزارِ شفاعت ہیں آپ
آپ ہیں سروِ گلستانِ کمال
نو نہالِ چمنستانِ جمال
آپ ہیں گوہرِ دریائے کرم
آپ ہیں لعلِ بدخشانِ ہمم
بحرِ موّاجِ مراحم ہیں آپ
قُلزمِ جوشِ مکارم ہیں آپ
آپ نے کتنے دکھائے اعجاز
آپ پر کون و مکاں کو ہے ناز

(نغمۂ راز، ص:7، مطبوعہ: قومی پریس لکھنؤ)

یوں تو مذکورہ کلام کے سارے اشعار اچھے ہیں ۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ چھٹا اور ساتواں شعر بے مثال ہے ۔ ”سرورِ گلستانِ کمال ، نونہالِ چمنستانِ جمال ، بدرِ تابانِ نبوت ، مہرِ رخشانِ رسالت ، بحرِ موّاجِ مراحم ، قلزمِ جوشِ مکارم ، گوہرِ دریاے کرم ، لعلِ بدخشانِ ہمم “جیسی دلکش تراکیب اور وقیع مفاہیم کا جواب نہیں۔

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنایا ہے اور مقامِ محمود کا منصب عطا کر کے شفاعتِ کبریٰ کا تاج آپ کے سرِ اقدس پر سجایا ہے ۔ قرآن شریف میں آپ کے ان دونوں اعزاز و انعام کا تذکرہ صاف لفظوں میں موجود ہے۔و ما ارسلناك الا رحمة للعالمين اور عسیٰ ان يبعثك ربك مقاما محمودا۔ ذکرِ شفاعت اور رحمت طلبی نعت کا بیحد اہم موضوع ہے ۔ شوق نیموی سراپا عجز و نیاز بن کر کہتے ہیں کہ میں شافعِ روزِ محشر کا غلام اور خاک پائے رہِ آل واصحاب ہوں ۔ مجھے سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ و السلام کی رحمت و شفاعت کی بھرپور امید ہے ۔ کل قیامت کے دن حضور اس گنہگار پر ضرور چشمِ رحمت فرمائیں گے اور اپنے دستِ رحمت سے جامِ کوثر عطا کریں گے ۔ اشعار دیکھیں :

یہ تو مانا کہ گنہگار ہوں میں
صورتِ خامہ سیہ کار ہوں میں
ہوں سراپا میں پریشاں احوال
اور اچھے نہیں میرے اعمال
لیکن اس کا مجھ سے کھٹکا کیا ہے
پُرسشِ حشر کی پروا کیا ہے
شافعِ روزِ جزا کا ہوں غلام
ہوں میں خاکِ رہِ اصحابِ کرام
اور ہیں جن کو ہے طاعت پر ناز
مجھ کو ہے آپ کی رحمت سے نیاز
ہے یہ امید کہ روزِ محشر
ہوگی مجھ پہ بھی عنایت کی نظر

(مثنوی نغمۂ راز، ص:7)

شوق نیموی نے ”عید“ کے عنوان سے ایک نظم لکھی ہے اور اس کو ”قصیدۂ نعتیہ“ کا نام دیا ہے، اس میں ذیل کے یہ نعتیہ اشعار بھی خوب ہیں :

اللہ رے یہ جلوۂ حسن و جمالِ عید
چمکا برنگِ ابروئے خوباں ہلالِ عید
آتا ہے اس میں ذکر جنابِ رسول کا
حسنِ بیاں سے جن کے کھلا صاف حالِ عید
نازاں نہ کیوں ہو یہ فَرَسِ چرخِ تیز گام
عکسِ رکابِ پاک ہیں دونوں ہلالِ عید
یوں ہے تصورِ رخِ روشن بندھا ہوا
جس طرح آخرِ رمَضاں میں خیالِ عید
للہ اب تو خواب میں صورت دکھائیے
دم توڑتا ہوں ہجر میں اے نونہالِ عید

(دیوانِ شوق، ص:80، مطبوعہ: مطبعِ سیدی، گورہٹہ، پٹنہ)

شوق نیموی کو نادر تشبیہات اور پُر لطف استعارات کے استعمال میں فنکارانہ کمال حاصل تھا۔ علاوہ ازیں پیکر تراشی اور سراپا نگاری میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے ۔ موصوف نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و سیرت اور آپ کے حلیہ شریف کا نقشہ بڑے

خوب صورت انداز میں کھینچا ہے :

قدِ بالا نہالِ باغِ جنت
فدا سو جان سے جس پر قیامت
سوادِ زلف شامِ لیلۃ القدر
جمالِ روئے روشن غیرتِ بدر
دُرِ دنداں درخشاں مثلِ انجم
بہارِ صبح اندازِ تبسم
برنگِ آئینہ تھا صاف سینہ
دُرِ اسرارِ عرفاں کا خزینہ
جسے کہتے ہیں سب مُہرِ نبوت
وہ تھی اک خاتمِ گنجِ حقیقت

(مثنوی سوز و گداز، ص:46، ناشر: بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ)

ڈاکٹر فرحانہ شاہین لکھتی ہیں:

شوق نیموی کی نعتیہ مثنویاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی تعریف و توصیف میں اپنا منفرد و ممتاز مقام رکھتی ہیں۔ اشعار سادہ، سلیس، عام فہم اور رواں دواں ہے۔ ساتھ ہی شعری محاسن اور فنی چابک دستی بھی کام لیا ہے اور کلام جذب و شوق، عشق و عقیدت کے رنگ میں بھی ڈوبا ہوا ہے.......... علامہ شوق نیموی نے جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حلیۂ مبارک اور سراپا سے متعلق جو اشعار قلم بند کیے ہیں، وہ سراپا نگاری اور تصویر کشی کی روشن اور کامیاب مثالیں ہیں۔ نادر تشبیہات و استعارات کے خزینۂ بیش بہا ہیں۔(بہار کی اردو کی نعتیہ شاعری کا تنقیدی مطالعہ، ص: 350، 351، ناشر: درج نہیں)

مذکور بالا اشعار میں حسنِ تشبیہ و استعارہ اور پیکر تراشی و سراپا نگاری کے علاوہ تغزل کی چاشنی بھی موجود ہے، جو اہلِ نظر سے مخفی نہیں۔ یہاں اس حقیقت کا اظہار مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شوق نیموی کی غزلوں اور مثنویوں میں تغزل کی چاشنی پورے آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے اور ان کا شعری اسلوب چوں کہ دہلوی و لکھنوی رنگِ تغزل کا آئینہ دار ہے، اس لیے ان کی نعت گوئی میں بھی تغزل کا نکھرا ہوا سماں دیکھنے کو ملتا ہے۔ تغزل اور رنگِ تغزل کے بارے میں کسی دانش وار نے بجا کہا ہے کہ "تغزل بنیادی طور پر ایک کیفیت کا نام ہے اور اس کی کوئی جامع و مانع اور حتمی تعریف نہیں کی جا سکتی۔ یہ غزل میں پائی جانے والی ایک ایسی کیفیت ہے، جس کو صرف محسوس کیا جا سکتا ہے، بیان نہیں کیا جا سکتا"۔ تغزل ایک وجد آفریں مخصوص کیفیت اور ایک رومان پرور خاص اسلوب کا نام ہے، جسے پڑھنے یا سننے کے بعد قاری و سامع پر سوز و گداز کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

"فرہنگِ ادبیات" میں تغزل کا مفہوم کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

تغزل کا لفظی معنیٰ ہے: اظہار میں غزلیت کا وصف۔ اصطلاحاً روایتی مفہوم میں عاشقانہ، رندانہ، صوفیانہ اور فلسفیانہ موضوعات کا غزل میں نظم کیا جانا۔ اسے غزل کی شعریت یا غزلیت بھی کہہ سکتے ہیں، جو شعری تراکیب اور لوازم کے اشعار میں برتے جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ بقول سیماب اکبر آبادی: تغزل اس رنگ اور اسلوبِ بیان کو کہتے ہیں جو غزل میں استعمال کیا جاتا ہے۔ تغزل کا تعلق انسان کی لطیف ترین روحانیت اور نفسیات سے ہے۔ حسن و عشق، یاس و امید، وصل و فراق، انتظار و کامیابی اور اسی قسم کی مختلف فطری حالتوں کو گہرے تاثرات کے ساتھ مصوّر کرنے کا نام تغزل ہے....... تغزل کو قدرتی طور پر نفسانیت سے پاک اور روحانیت سے لبریز ہونا چاہیے۔ غزل کی تعریف میں "با معشوق سخن گفتن" اور تغزل کی تعریف میں "معاملہ بندی" کہہ کر خاموش ہو جانا، غزل اور تغزل دونوں کی توہین ہے۔ تغزل کے مختلف اسکول ہیں، لیکن حقیقی تغزل وہی ہے جس کی بنیادیں جذباتِ لطیفہ پر قائم کی گئی ہوں اور جس میں ابتذال و رکاکت کا شائبہ تک نہ ہو۔ تغزل صرف غزل سے مخصوص نہیں۔ جن کیفیات سے یہ وصف بیان میں پیدا ہوتا ہے، اگر وہ مرثیہ اور مثنوی وغیرہ (نعت و منقبت) میں بھی ہو تو ان اصناف کو "متغزل" سمجھنا بے جا نہ ہوگا۔

(فرہنگِ ادبیات، ص: 253، ناشر: منظر نما پبلشرز، مالیگاؤں)

مذکورہ بالا اشعار کے علاوہ شوق کے درج ذیل کے اشعار بھی پیکر تراشی کے ساتھ تغزل کے جلووں سے آراستہ ہے :

آنکھیں ایسی کہ ہرن تک صدقے
صورت ایسی کہ چمن تک صدقے
دونوں ابرو ہیں ہلالِ عیدین
ہونٹ وہ لعل کہ دل ہو بے چین
شکلِ خورشید ہے چہرہ جن کا
رات پر جس سے ہو دھوکا دن کا

****

نقد و نظر

کشمیر میں اسلامی انقلاب

اور حضرت شاہ ہمدان رحمہ اللہ

مبارک حسین مصباحی

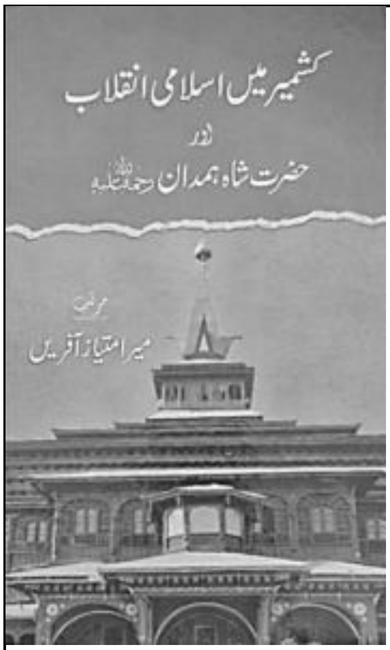

یہ وقیع مجموعہ مضامین 370 صفحات کا گراں قدر مرقع ہے۔ اس میں جند ابواب ہیں، تاثرات، اوراق حیات، افکار و خیالات، ادبیات، پیغامات۔ میر امتیاز آفریں ترتیب کار ہیں۔ اس کی اشاعت "رضائے مصطفیٰ فاؤنڈیشن" کا نیر، چاڈرہ، بڈگام، کشمیر نے کی ہے۔ کاغذ عمدہ اور طباعت اعلیٰ ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ حضرت پیر سید علی ہمدانی قدس سرہ ہمدان، ایران میں 714ھ میں پیدا ہوئے۔ علما اور محدثین سے علوم و فنون حاصل کیے اور شیوخ اور اولیاے کرام سے معارف اور فضل و کمال کی دولت حاصل فرمائی۔ آپ تین بار کشمیر ہند تشریف لائے، آپ نے اپنے احباب کے ساتھ جگہ جگہ علم و حکمت کے دبستان کھولے۔ آپ نے صنعت و حرفت اور کسب کلاہ دوزی وغیرہ میدانوں میں بھی اہل کشمیر کو یکتا بنایا۔ باشندگان کشمیر پر آپ کے حد درجہ احسانات ہیں۔ جنھیں بیان کرنا انتہائی مشکل ہے۔ 4 جولائی 1387ء/25 جمادی الاولیٰ کولاب تاجکستان ایران میں تدفین ہوئی۔ آپ کا روحانی اور عرفانی میکدہ آج مرجع خلائق ہے۔ بڑی تعداد میں عشاق آپ کے وسیلے سے مرادیں حاصل کرتے ہیں

آپ کی شخصیت و خدمات پر 24 مارچ 2019 میں ریاستی سطح کا ایک کامیاب سیمینار بڈگام کشمیر میں منعقد ہوا، اس کے مضامین کو بڑے سلیقے سے جمع کیا، بعد میں بعض حضرات سے رابطہ کیا گیا ان تحریروں کو بھی اس میں شامل کیا گیا، "فضان شاہ ہمدان اور کشمیر" کے عنوان سے ہم نے بھی اپنا تاثر نوٹ کیا، جو بفضلہ تعالیٰ اس کتاب کی زینت ہے۔ ہم ذیل میں اسے پیش کرتے ہیں۔

فیضان شاہ ہمدان اور کشمیر

وادی کشمیر بلا شبہ ارضِ ہند پر جنت کا ایک خوشگوار نمونہ ہے، یہاں قدم قدم پر حسن و جمال کے پیکر دلوں کو متاثر کرتے ہیں۔ جنت نشاں کشمیر کے حسین خطوں سے دل و جاں کو معطر کرنے والے گل بوٹے اُگتے ہیں، پہاڑیوں کی چوٹیوں سے بہتے جھرنے آنکھوں کو سرور بخشتے ہیں، آب و ہوا فرحت و انبساط سے بے خود کرتے ہیں، ہم کئی بار جموں و کشمیر کی وادیوں میں حاضر ہو چکے ہیں۔ ہم نے دوران سفر "اورادِ فتحیہ" اور "ذخیرۃ الملوک" کے تذکرے سنے۔ وادی کشمیر کے عظیم داعی سید السادات امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس سرہ کا بار بار ذکر خیر سنا۔ آپ کے حوالے سے عشق انگیز بیانات بھی سنے اور خوش بختی سے صوفیانہ کتابوں میں تذکار پڑھنے کا بھی شرف حاصل کیا۔ وادی کشمیر بلا شبہ صوفیاے کرام کی سرزمین ہے۔ "واقعات کشمیر، تحالف الابرار، تاریخ اولیاے کشمیر" اور "تاریخ بزرگان کشمیر" بھی بڑی حد تک روحانی تاج داروں کی یادیں تازہ کر دیتی ہیں۔

اس وقت ہمارے روبرو "کشمیر میں اسلامی انقلاب اور حضرت شاہ ہمدان" ہے۔ یہ گراں قدر مقالات اور مضامین کا معلومات افزا مرقع

جمیل ہے۔ اس کے مرتب ہیں علم و ادب کے نیر تاباں محترم میر امتیاز آفریں دام ظلہ العالی۔ آپ کی شخصیت پر بعد میں روشنی ڈالیں گے، سر دست ہم سید السادات حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر و فکر کی روشنی سے نوک قلم کو تابندہ کرتے ہیں۔

آپ کی ولادت با سعادت بروز دوشنبہ بوقت فجر 12 رجب المرجب 714ھ/12 اکتوبر 1314ء کو ایران کے معروف شہر ہمدان میں ہوئی۔ ہمدان، تہران سے 200 کلومیٹر جنوب میں واقع ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید شاہ شہاب الدین قدس سرہ ہمدان کے روح رواں اور حکمراں تھے۔ آپ کا خاندان 200 برس سے ہمدان میں مقیم اور وہاں کا حکمراں رہا ہے۔ اہل خانہ حکمرانی کے باوجود صوفیاے کرام سے گہرے روابط رکھتے تھے، آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ نے اپنے ماموں جان حضرت سید علاؤالدین علیہ الرحمہ سے تجوید کے ساتھ قرآن عظیم حفظ کیا اور علوم و فنون میں امتیازی مقام حاصل فرمایا۔ تزکیۂ نفس اور روحانی تربیت کے لیے حضرت شیخ تقی الدین علی دوسی قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضری دی اور اس روحانی بحر شیریں سے اکتساب فیض فرمایا۔ اُن کے وصال کے بعد عظیم روحانی شخصیت حضرت شیخ شرف الدین محمود مزدقانی کی مقدس خانقاہ میں حاضری کی سعادت حاصل کی اور چھ برس تک جاروب کشی فرمائی، عرفان و تصوف کے اس موجزن سمندر سے ظاہری علوم اور باطنی معارف سے جی بھر کر شاد کام ہوئے۔ اب مرشد گرامی کا ارشاد ہوا اور آپ مختلف ممالک کے روحانی سفر پر روانہ ہو گئے۔

آپ سلسلہ عالیہ کبرویہ میں اعلیٰ امتیازی مقام رکھتے تھے۔ آپ کا 20 یا 21 برس یعنی 733ھ تا 753ھ تک یہ سفر جاری رہا، اس مبارک روحانی سفر میں آپ نے چودہ سو (1400) اہلِ معرفت اور اہل کمال سے نیاز مندانہ اکتساب فرمایا، اپنے وطن لوٹے تو اہل محبت کے اصرار پر آپ نے نکاح کی سنت ادا فرمائی۔

سات سو (700) باکمال مریدین، خلفا اور مختلف شعبوں کے ماہرین کے ساتھ آپ وادی کشمیر میں 774ھ/1373ء میں تشریف لائے۔ سری نگر میں دریاے جہلم کے کنارے خانقاہ معلیٰ ہے، جہاں آپ پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرتے، رشد و ہدایت اور درس و تدریس کا اہتمام کرتے، یہی آپ کا کتب خانہ اور دار القلم بھی تھا، اس جگہ خانقاہ تعمیر ہوئی جو خانقاہ معلیٰ اور "خانقاہ شاہ ہمدان" کے نام سے منسوب ہوئی، یہ خانقاہ چوبی فن تعمیر کا نادر نمونہ ہے، آج تک موجود ہے۔ اس تاریخی جگہ کا ابو الفضل نے "آئین اکبری" میں اور مغل شہنشاہ جہاں گیر نے "تزک جہاں گیری" میں تذکرہ کیا ہے۔ خانقاہ کے ساتھ آپ کے فرزند حضرت میر محمد ہمدانی علیہ الرحمہ نے 798ھ میں ایک شان دار مسجد تعمیر کرائی جو آج تک اپنی انفرادی شان کے ساتھ موجود ہے۔

کشمیر میں آپ 3 بار تشریف لائے، پہلی بار اپنے رفقا و خلفا کو جابجا متعین فرما کر 1376ء میں حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے اور 781ھ/1379ء میں دوبارہ وارد کشمیر ہوئے اور 785ھ/1387ء میں آپ کشمیر میں تیسری بار تشریف لائے۔ اس عرصے میں تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کے ساتھ ساتھ کشمیر کے تہذیب و تمدن، ثقافت اور طرزِ معاشرت میں بھی ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔ کسب کلاہ دوزی جو آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے اختیار کیا تھا، آج اہلِ کشمیر کا خاص ذریعۂ معاش ہے۔ آپ کی زیرِ قیادت جو حضرات آئے تھے ان میں علما، اہلِ فن، ماہر طب و حکمت اور ماہر زراعت شامل تھے، آپ نے انھیں مستقل طور پر کشمیر میں رہنے دیا تھا جن سے اہلِ کشمیر نے بہت کچھ حاصل کیا، یہ سب اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔ اب کشمیری عوام کا ذریعہ روز گار شال بافی، پشمینہ بافی، سوتی و ریشمی سوزن کار، خطاطی، چوبی کاری، قالین سازی، نمدہ سازی، ظروف سازی، گل کاری اور عمارتی تزئین و آرائش ہے۔

میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رفقا کے ذریعہ ان دور دراز اور دشوار گزار علاقوں میں درس گاہیں، شفا خانے اور گھر گھر ہنر مندی کے مراکز قائم فرمائے تبلیغ اسلام کے ساتھ کشمیری عوام کو علم و فن کی دولت سے مالا مال فرما دیا، صنعت و حرفت میں کمالِ عروج کی وجہ سے اس سارے خطے کو ایران صغیر کر دیا۔

تحائف الابرار میں آپ کی تصانیف کی تعداد 170 ہے، چند کتابوں کے نام یہ ہیں:

ذخیرۃ الملوک، مشارب الاذواق شرح قصیدۂ خمریۂ ابن فارض المصری، سیر الطالبین، حل مشکل، فتوتیہ اوراد فتحیہ، آداب الطالبین، ہمدانیہ، عقلیہ، انسان کامل معروف بہ روحِ عظیم، رسالہ ذکریہ، مرآت الطالبین، وارداتِ غیبی و لطائف قدسی، رسالہ در وجود مطلق، رسالہ دہ قاعدہ، عقبات، درویشیہ، چہل مقام، رسالہ ای در معرفت، شرح اسماء اللہ، شرح فصوص الحکم، اخبار المہدی، مودۃ القربیٰ، اسرار النقطہ، رسالہ مشیت، رسالہ منامیہ، رسالہ قدوسیہ، رسالہ اورادیہ، مکتوبات امیریہ، داؤدیہ، رسالہ بہرام شاہیہ، بہرام شاہ حاکم بدخشاں۔

مغلیہ دور میں آپ کی چند کتابیں داخلِ درس تھیں۔ ملک اور بیرون ملک کی لائبریریوں میں آپ کی کتابوں کے مخطوطے موجود ہیں۔

حضرت مرتب نے چند کتابوں پر مختصر روشنی ڈالی ہے۔مستقل مضامین میں بھی، چند کتابوں کا تعارف و تجزیہ کیا گیا ہے، جن کی مختصر فہرست حسب ذیل ہے۔

(1)۔چہل اسرار مختصر تعارف وتجزیہ۔پروفیسر غلام رسول ملک

(2)۔شاہ ہمدان کی غزل کا تعمیری کردار۔پروفیسر قدوس جاوید

(3)رسالہ خاطریہ۔ایک مطالعہ۔پروفیسر حمید نسیم رفیع آبادی

(4)۔ذخیرۃ الملوک۔ایک تحقیقی تجزیاتی مطالعہ۔ڈاکٹر مفتی محمد ابراہیم مصباحی

(5)۔اوراد فتحیہ۔ایک مختصر تعارف۔ڈاکٹر ذوالفقار صدیقی۔اس رسالے میں دعاے رقاب بھی ہے۔

اب ہم ذیل میں "اوراد فتحیہ" مع "دعاے رقاب" حضرت مرتب کے قلم سے نقل کرتے ہیں، ہم نے ایک اقتباس حذف کر دیا ہے۔دعائے رقاب کی توضیح میں "غلام" کی جگہ "بندہ" کر دیا گیا ہے اور بھی کچھ معمولی تبدیلی کی گئی ہے:

کشمیر کے اکثر گھرانوں اور مساجد میں روزانہ اوراد فتحیہ بڑے ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔اورادِ فتحیہ روحانی تسکین اور وجدانی کیف و سرور کا مجرب نسخہ ہے جسے بے شمار کشمیری مسلمان بیک زبان مسجدوں میں اور تنہائیوں میں پڑھ کر جذب وسلوک کی منازل کا بھر پور مشاہدہ کرتے ہیں۔

یہ اوراد اور دعا حضرت خواجہ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ لازوال تصنیف ہے جو مختلف وظائف کا مجموعۂ بے مثال ہے۔قرآن مجید فرقان حمید اور احادیث نبویہ ﷺ کی حسین نکھری چاندنی میں حمد باری تعالیٰ کو ایسے موثر، منور اور دل نشین انداز میں مرتب کیا گیا ہے کہ جس کو ہر خاندان کے صوفیاے کرام اور علماے ذی احترام نے حرز جان بنایا اور اپنے ورد میں شامل کیا۔حضرت خواجہ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ عشقِ الٰہی میں ڈوبے اور رنگِ الٰہی سے رنگے پیر طریقت تھے۔"اورادِ فتحیہ" اور " دعاے رقاب" اس روشن حقیقت کی آئینہ دار ہے......اب تک اس کی متعدّد شرحیں لکھی جاچکی ہیں۔

آپ مزید تحریر فرماتے ہیں: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1176ء) اپنی کتاب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں اورادِ فتحیہ کے بارے میں یوں گوہر فشاں ہیں:

"اب اگر فضائل اور خواص اس اوراد کے بیان کیے جائیں تو بہت طویل ہو جائے۔اس لیے کہ آں حضرت (یعنی میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی ساری عمر میں معمورۂ عالم کی تین مرتبہ سیر کی ہے اور چودہ سو (1400) ولیِ کامل سے ملے ہیں اور ہر ولی سے رخصت کے وقت دعا اور رُقعہ کی التماس کی ہے اور ان رقعوں کو اپنے جامہ پر مرقع کیا ہے اور ان دعاؤں اور اذکار کو جو بے اختیار ان کی زبان پر جاری ہوتے تھے جمع کیا ہے۔یہ اوراد ہو گیا ہے۔انھی (حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ) سے منقول ہے کہ "جب میں بارہویں دفعہ کعبہ شریف کی زیارت کو چلا اور راستے میں مسجد اقصیٰ پہنچا تھا تو وہاں پر حضرت رسول ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی کہ آپ ﷺ اس درویش کی طرف تشریف لا رہے ہیں۔میں اٹھا، آگے بڑھا اور سلام عرض کیا۔آپ ﷺ نے اپنی آستین مبارک سے ایک جزو نکالا اور اس درویش سے فرمایا کہ "خذ ہذۃ الفتحیۃ" یعنی اس فتحیہ کو لے۔جب میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے اسے لیا اور اس پر نظر ڈالی تو یہی اوراد تھے۔اس اشارہ سے ان کا نام "فتحیہ" رکھا گیا۔"

دعاے رقاب: رقبہ کی جمع رقاب ہے جس کے معنی گردن کے ہیں۔عربی زبان میں رقہ کے اصطلاحی معنی غلام کے ہیں۔اس دعا کا نام دعاے رقاب اس مناسبت سے رکھا گیا ہے کہ انسان اللہ کریم کا بندہ ہے۔بندے کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔بندہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔جو کچھ بھی بندے کے پاس ہوتا ہے وہ مالک کا عطا کردہ ہوتا ہے۔اس دعا میں بندہ بطور بندہ کے اپنی حاجتوں کی عرضی اللہ کریم کی بارگاہ عالیہ میں پیش کرتا ہے جو مالک حقیقی ہے۔انسان بطور بندہ کے اللہ کریم کے دربار عالی میں لبیک کی جھولی پھیلائے گا تو پھر وہ خالی ہاتھ کیسے لوٹ سکتا ہے۔

اس وقت ہمیں بڑی شدت سے عاشقِ رسول ڈاکٹر اقبال یاد آرہے ہیں، آپ نے حضرت کے حوالے سے حسب ذیل اشعار رقم فرمائے ہیں:

سید السادات ، سالار عجم
دست او معمار تقدیر امم
تا غزالی درس اللہ ہو گرفت
ذکر و فکر از دودمان او گرفت
مرشد آن کشور مینو نظیر
میر و درویش و سلاطین را مشیر
خطہ را آن شاہ دریا آستین
داد علم و صنعت و تہذیب و دین
آفرید آن مرد ایران صغیر
با ہنر ہای غریب و دلپذیر

یک نگاہ او گشاید صد گرہ
خیز و تیرش را بدل راہی بدہ

جب آپ گل پوش وادیِ کشمیر سے واپس ہونے لگے تو سلطان قطب الدین نے گذارش کی کہ آپ تو جارہے ہیں اپنے کسی نائب کو چھوڑ جائیے۔ آپ نے عظیم داعی حضرت مولانا محمد قادری قدس سرہ کو کشمیر میں چھوڑ دیا اور باقی رفقا کو ساتھ لے کر روانہ ہوگئے۔ علاقہ پکھلی کے شاہی مہمان خانے میں جب آپ کی طبیعت بگڑی تو آپ نے اپنے رفقا کو بلایا اور یہ وصیت فرمائی، فارسی زبان میں کی ہوئی وصیت کا ہم اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں:

قناعت اختیار کرو، خصوصاً کھانے پینے اور لباس کے معاملے میں، رضاے الٰہی پر قانع رہنا چاہیے ہاں! علم کے معاملے میں قناعت نہیں کرنی چاہیے، عالم سے ہمیشہ تعلق استوار رکھنا چاہیے، نفس و ہوا کا اتباع نہ کیا جائے، آپ نے ذکر کی تاکید فرمائی، مساجد کی تعمیر کی ترغیب دی، اذکار، اوراد، روزہ، نماز، تسبیح و تہلیل، زکوٰۃ، علم و حیا اور صبر و شکر کے ساتھ خدا کی رضا اور خوشنودی کا متلاشی رہنا چاہیے۔ اپنے آپ کو، خویش و اقارب کو اور دوسروں کو ظلم، زنا، جھوٹ، دغا، چغلی، اور غیبت سے پوری طرح بچنا چاہیے۔

جب سوادِ اکبر میں آپ کا روحانی قافلہ پہنچا حیرت انگیز روحانی فضا تھی آپ کا وظیفہ درود شریف کے بعد ایک ہزار بار ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ تھا۔ وصال سے قبل آپ ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ کا ورد فرما رہے تھے۔ آپ نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی اور کتنا حسین حسن اتفاق ہے کہ از روے حروفِ ابجد انھیں آخری کلمات سے آپ کا سالِ وفات نکلتا ہے یعنی 786ھ۔ تاریخ وصال بھی چہار شنبہ 6/ ذی الحجہ 786/ 19/ جنوری 1387ء ہے۔ وصال کے بعد اہلِ کشمیر، اہلِ طایفان اور پکلی والوں کے درمیان تدفین کے تعلق سے شدید اختلاف ہوگیا۔ ہر طبقہ اپنے علاقے میں مزار اقدس بنانا چاہتا تھا۔ غسل و جنازہ کے بعد آپ کے خواص میں سے حضرت شیخ قوام الدین بدخشی علیہ الرحمہ نے فرمایا جو لوگ حضور کے تابوت کو اٹھالیں اپنے علاقے میں لے جائیں اور قبر کی آغوش میں سلادیں اور مزار شریف بنالیں۔ عشق و وارفتگی میں ڈوب کر ہر ایک نے اپنی طاقت صرف کی مگر دلوں کی بے تاب آرزوؤں کے خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ کرسکے۔ ہوا وہی جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ تنِ تنہا حضرت شیخ قوام الدین بدخشی نے تابوت کو اٹھالیا اور اپنے احباب کے ساتھ ختلان [تاجکستان] لے گئے۔

تاریخ نگاروں نے تحریر کیا ہے کہ یہ قافلہ پانچ ماہ انیس دن کے بعد ختلان پہنچا، راستے میں بادل کا ایک ٹکڑا سایہ فگن رہا، اتنے طویل عرصے میں نعش مبارک پر کوئی اثر نہیں پڑا، بلکہ اس سے مشک کی خوشبو پھوٹتی رہی، اس روحانیت کے تاج دار کی تدفین بمقام کولاب بعمر 77 برس ہوئی۔ اور اسی مقدس مقام پر آپ کا مزار شریف زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

پیشِ نظر کتاب خاکِ ہند کے علما اور دانش وروں کے مقالات اور مضامین کا مرقع ہے۔ اس میں عالی جناب میر امتیاز آفریں نے سید السادات میر سید علی ہمدانی قدس سرہ کی ہمہ گیر علمی، روحانی اور داعیانہ شخصیت پر ایک ویبنار کا انعقاد فرمایا۔ علماے کرام اور عصری علوم کے ماہرین نے اپنی گراں قدر تحریریں پیش فرمائیں۔ ان میں خاص طور پر جنت نشاں وادی کشمیر میں آپ کی داعیانہ اور مصلحانہ خدمات کو اجاگر فرمایا گیا ہے۔ آپ کی بعض تصانیف اور تحقیقات پر تجزیے کیے گئے ہیں۔ مختلف زاویوں سے ہنرمندیوں کو فروغ دینے میں آپ نے جو کلیدی کردار ادا کیا ہے، مختلف جہتوں سے انھیں اجاگر کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ بعد میں بھی چند علماے کرام اور ڈاکٹرز کے مضامین حاصل کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرتب کو ان کے دینی اور تاریخی مقصد میں کامیاب فرمائے۔

میر امتیاز آفریں وادیِ کشمیر کے ایک پرنور نقشِ جمیل ہیں۔ آپ ماشاءاللہ تعالیٰ اسلامی اسکالر، ادیب، کالم نگار، مصنف، شاعر اور معتبر استاذ ہیں۔ سوشل ایکٹوسٹ میں بھی شہرت رکھتے ہیں۔ آپ نے کشمیر یونیورسٹی سے انگریزی ادب اور اسلامیات میں ماسٹرز کیا ہے۔ محکمۂ تعلیم میں بحیثیت استاذ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی تحریریں اور منظومات اخبارات اور رسائل کی زینت بنتی رہتی ہیں، اب تک تین کتابیں شائع ہو چکی ہیں، کتاب الزکاۃ، نقشِ وفا [شعری مجموعہ] اور رہنماے حج و عمرہ۔ چند کتابیں اس وقت بھی اشاعت کے مراحل میں ہیں۔ قریب دس برس پہلے آپ نے ”تنظیم رضاے مصطفیٰ فاؤنڈیشن“ [رجسٹرڈ] کی بنا ڈالی، آپ اس کے بانی ہیں۔

پیشِ نظر کتاب بھی آپ کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔ ہم بطور خاص ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں حضرت مولانا قاری پیر منظور احمد دام ظلہ العالی کی بارگاہ میں آپ تنظیم رضاے مصطفیٰ کے سرگرم چیئرمین کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ مرکزی جامع حنفیہ کانیر جاڈورہ، بڈگام کشمیر میں امامت و خطابت کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔

ہم اللہ عزوجل کی مقدس بارگاہ میں دعا کرتے ہیں، مولا تعالیٰ پیش نظر کتاب کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے قبولِ عام عطا فرمائے۔ سید السادات، حضرت سید شاہ میر علی ہمدانی قدس سرہ کے فیضان سے جمو و کشمیر کے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے اور سب کو حق و صداقت کے راستے پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے اور محترم میر امتیاز آفریں کو خوب خوب جزاؤں سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم۔ ***

صدائے بازگشت

ممتاز الاولیا حضرت میاں شاہ اکرم فاروقی ابو العلائی

ممتاز الاولیا حضرت میاں شاہ اکرم فاروقی ابوالعلائی رحمۃ اللہ تعالی علیہ موضع نیڑھی ضلع چندولی یوپی کی بارگاہ فیوض و برکات سے لبریز ہے اور عوام و خواص کے لیے باذن اللہ شفایابی کا مسکن ہے حضرت میاں شاہ اکرم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مختصر تعارف یہ ہے کہ آپ حضرت مخدوم من اللہ عرف اڈھن شاہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ جون پوری متوفی 1562 عیسوی کے فرزند ارجمند شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں۔ شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے تھے ایک شیخ ہدایت اللہ اور دوسرے حضرت میاں شاہ اکرم رحمۃ اللہ تعالی علیہ حضرت شیخ ہدایت اللہ کے بیٹے حضرت مخدوم خضر رحمۃ اللہ علیہ کی نکاح میں حضرت میاں شاہ اکرم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی بیٹی تھی اس نسبت سے حضرت مخدوم خضر رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں شاہ اکرم رحمۃ اللہ علیہ کے داماد اور بھتیجے ہوئے اور میاں شاہ اکرم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے فرزند حضرت منور شاہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے انتقال کے بعد حضرت مخدوم خضر شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں شاہ اکرم رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی جانشین اور سجادہ نشین ہوئے اور میاں شاہ اکرم رحمۃ اللہ علیہ کے طرح ہی صاحب کرامت اولیاء کرام میں سے تھے حضرت کا نسبی سلسلہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے ملتا ہے اور طریقت کے اعتبار سے ایک روایت میں سلسلہ ابوالعلائیہ سے منسلک ہیں جیسا کہ کتاب عالم باعمل سوانح مولوی شاہ قاسم فاروقی بحر آبادی (قاسم میاں) میں لکھا ہوا ہے اور دوسری ضعیف روایت یہ ہے کہ حضرت سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک تھے حضرت میاں شاہ اکرم رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ طریقت حضرت مخدوم محمد خضر رحمۃ اللہ علیہ سے چلا ہے جو غالبًا ایک دو نسل کے بعد منقطع ہو گیا ہے کیونکہ حضرت مخدوم خضر رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے پیری مریدی کرنے والی جو آخری شخصیت گزری ہے وہ حافظ شاہ مظاہر الحق رحمۃ اللہ علیہ بحر آبادی کی ہے جن کے شجرہ مبارک میں نہ میاں شاہ اکرم رحمۃ اللہ علیہ کا نام موجود ہے اور نہ ہی حضرت مخدوم خضر رحمۃ اللہ علیہ کا نام موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت کا طریقت کا سلسلہ حضرت مخدوم خضر رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہی یا ان کے ایک دو نسل کے بعد منقطع ہو گیا ہے یا اگر کسی خانقاہ میں ہے تو اس کا مجھے علم نہیں ہے۔

البتہ ایک خاص چیز کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ حافظ شاہ مظاہر الحق رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے جتنے بھی حضرت میاں شاہ اکرم رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والے لوگ آئے سب کے سب میلاد فاتحہ عرس قوالی کرنے والے خانقاہی رسم و رواج ادا کرنے والے تھے جیسا کہ عالم باعمل سوانح مولوی شاہ قاسم فاروقی (قاسم میاں) بحری آبادی کی کتاب سے ظاہر ہے لیکن حافظ شاہ مظاہر الحق کے بعد حضرت میاں شاہ اکرم رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے آپ کو منسوب کرنے والے لوگوں میں سے اکثر نے خانقاہی نظام کو چھوڑ کر وہابیت کے راستے کو اختیار کیا ہے اللہ تعالی سے دعا ہے کہ تمام سنی مسلمانوں کو وہابیت کے مکرو فریب سے محفوظ فرمائے آمین بجاہ النبی ﷺ۔

از: آصف جمال جمالی مصباحی دریاپور چندولی یوپی
مقیم حال: استاذ الجامعۃ السنیہ قادریہ لبنات، قمر کالونی، گلبرگہ، شریف

مدارس اسلامیہ دین کے بہترین قلعہ ہیں

مدارس اسلامیہ دین کے بہترین قلعہ ہیں۔ ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں اسلامی تعلیم کی اصل اساس ہیں۔ یہ تعلیم و تدریس اور تربیت کے ایسے ادارے ہیں، جہاں اسلامی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ ادب اور فلسفہ اور سائنس کی بہترین تعلیم دی جاتی ہے۔ مدارس کی تعلیم کا مقصد اور غرض و غایت معرفت خداوندی اور اسلامی عقائد و اعمال کو ہر کس و ناکس کے اذہان و افکار میں راسخ کر کے قران و سنت کی اتباع کرنے کے لیے رہنمائی کا فریضہ انجام دینا ہے۔ مدارس اسلامیہ کے ذریعہ پوری دنیا کے لوگوں کو اخلاص و محبت، امن و سلامتی، صلح و

آشتی، اخلاق و مروت، بقائے باہم، حب الوطنی، قومی یکجہتی، اور حقوق انسانی کا عظیم ترین درس دیا جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ انسانیت سازی کی بہترین آماجگاہ ہیں۔ جہاں سے باصلاحیت اور قابل قدر علما، فضلا، حفاظ و قرا کی عظیم الشان جماعت تیار کی جاتی ہے۔ مدارس اسلامیہ انسانی، اسلامی، سماجی اور اقتصادی اقدار کے تحفظ میں اہم کردار ادا کررہے ہیں۔ مدارس اسلامیہ نے اسلامی تہذیب و تمدن اور ثقافت کے احیاء، اسلامی عقائد کے تحفظ کے فروغ کے ساتھ ساتھ ملک و ملت کی آبیاری میں بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ مدارس اسلامیہ کی انمول خدمات اور لازوال قربانیوں کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ایسے ایسے لعل و گہر پیدا کئے، جو آزادی ہند کے لئے اپنی بے لوث خدمات اور لازوال قربانی دینے میں کوئی تامل نہیں کیا، بلکہ ہر کارزار اور ہر موڑ پر پیش پیش تھے۔ جنہوں نے ملک کی آزادی کے حصول کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر کے حب الوطنی کی عظیم مثال قائم کی تھی۔ مدارس اسلامیہ میں عربی، فارسی اور اردو زبان کے علاوہ انگریزی، ہندی اور دیگر زبانوں کے علم سے طالبان علوم نبویہ و عصریہ کو آراستہ و پیراستہ کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کے پروردہ عصری علوم میں بھی اپنی طاقت کا لوہا منوا رہے ہیں۔ مدارس کے طلبہ ڈاکٹر، انجینیئر فلاسفی، وکیل، ماہر امراض بھی بنتے ہیں۔ مدارس کے فارغین دنیا کی ہر شعبہ میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ کیونکہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اصحاب صفہ کو ایسی تعلیم و تربیت سے آراستہ و پیراستہ کیا تھا۔ کہ دنیا کی ہر میدان میں قدم رکھ کر اپنی طاقت اور صلاحیت کا سکہ جما دیا تھا۔ آج مدارس اسلامیہ آپ ہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے طلبہ و طالبات کو زیور علم و تربیت سے آراستہ کر رہے ہیں۔ طلبo ہر میدان میں اپنی کامیابی و کامرانی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ مدارس اسلامیہ کے خلاف ہر دور میں پروپگنڈا رچا گیا۔ اس کے خلاف ناپاک سازشیں اور منصوبے بنائے گئے۔ کسی نے اسے دہشت گردی کا اڈہ قرار دیا۔ تو کسی نے دیگر مذاہب اور ملک مخالف تعلیم دینے کا الزام عائد کیا۔ برسر اقتدار حکومت کے حکام اور اعلی افسران نے اپنے طور طریقے سے ہر ممکن جانچ پر جانچ بھی کیے۔ لیکن کہیں سے کوئی خامی نظر نہیں آئی۔ لیکن مدارس اسلامیہ نے انسانیت سازی کا فریضہ سنت رسول کے مطابق دے کر دنیا والوں کو بتا دیا تم چاہے جتنا مدارس کے خلاف الزامات کردو، ہم اطیعوا اللہ اور اطیعوا الرسول کے مطابق مدارس کو زیور علم و تربیت کا گہوارا بناتے رہیں گے۔ مدارس اسلامیہ کی کاوش اور جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ ادب اور ثقافت کا بول بالا ہے۔ مدارس اسلامیہ سے اچھے انسان بن کر کل بھی طلبہ نکلتے رہے۔ اور آج بھی نکل کر لوگوں کو اچھا انسان بنا رہے ہیں۔ یہ سلسلہ صبح قیامت تک جاری رہے گا۔ اس کے خلاف ناپاک سازشیں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوں گی۔ لہٰذا اہل خیر اور اہل ثروت حضرات سے گزارش ہے کہ اپنے اپنے علاقہ اور ضلع کے مدارس کی تعمیر و ترقی میں اپنے صدقات، خیرات، عطیات اور زکوۃ کے ذریعے دامے، درمے، قدمے سخنے حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

از: مولانا محمد عبدالباری نعیمی اعظمی

استاد مدرسہ عربیہ فیض نعیمی، سریا پہاڑی، اترولیا، اعظم گڑھ

-*-*-*-*-*-*-*-*-*-*-*-*-

(ص:51 کا بقیہ) جس کی بنیاد پر ہم اردو صحافت کو نہ صرف زندہ رکھ سکتے ہیں بلکہ اس کا معیار بھی بڑھا سکتے ہیں۔

پروفیسر عبدالحمید اکبر صدر شعبہ اردو خواجہ بندہ نواز یونیورسٹی نے اپنے صدارتی خطاب میں ان تمام حقائق کو پیش کیا جس کی بنیاد پر اردو صحافت کے ذریعے انقلاب پیدا کیا گیا اور ان شخصیات کے حوالے بھی پیش کیے جنہوں نے اردو صحافت کو زندہ رکھنے کے لیے جیل کی سلاخوں کا سامنا کیا لیکن اردو صحافت کو حق گوئی کے طور پر پیش کیا مزید انہوں نے اہل سنت و جماعت کی صحافت کے حوالے سے بھی تفصیلی گفتگو کی اور اردو صحافت میں اہل سنت و جماعت کے جو اہم کردار رہے ہیں ان کو بھی سامنے رکھنے کی کوشش کی۔

اس پروگرام کی تمام تر کارروائی کو بڑے حسن و خوبی کے ساتھ مولانا محمد کاشف رضا شاد مصباحی مدرس دارالعوم رضائے مصطفیٰ نے چلایا۔ اس محفل کا آغاز محمد مجاہد کی تلاوت قرآن سے ہوا اور محمد فریاد حسین اور مولانا افضل حسین بسواکلیان نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ نعت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس پروگرام میں شہر کے کئی قلم کار اور ادبا حضرات نے شرکت کی خصوصاً مفتی عبد الرازق مصباحی، مولانا محمد مشتاق احمد مصباحی، مولانا محمد افروز رضا مصباحی، ڈاکٹر شہباز ارشد اسسٹنٹ فروفیسر خواجہ بندہ نواز یونیورسٹی اور منظور وقار کے نام قابل ذکر ہیں۔ (روزنامہ انقلاب دکن)

(کے بی این ٹائمز، کلبرگی)

-*-*-*-*-

عالمی خبریں

غزہ میں جنگ بندی کا اعلان متوقع

مصری سرکاری قاہرہ نیوز ٹی وی نے 4 مارچ کو اطلاع دی ہے کہ غزہ کی پٹی میں جنگ بندی تک پہنچنے کے لیے مذاکرات کے دوران قابل ذکر پیش رفت دیکھی گئی ہے۔ ٹی وی چینل نے بات چیت کے دوبارہ شروع ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ 4 مئی مصر، حماس، قطر اور امریکہ کے درمیان ہونے والے مذاکرات میں اہم پیش رفت ہوئی ہے۔ مصری، قطری اور امریکی ثالث ہفتوں سے کوشش کر رہے ہیں کہ حماس اور اسرائیل کے درمیان 17 اکتوبر سے جاری جنگ کو روکنے لیے فریقین کے درمیان معاہدہ طے پائے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ان جنگ بندی میں غزہ میں قید یرغمالیوں اور اسرائیلی جیلوں میں قید فلسطینیوں کی رہائی شامل ہے۔ جنگ بندی اور قیدیوں کے تبادلے کے معاہدے کے حصول کے لیے حتمی رکاوٹوں پر قابو پانے کی کوششوں میں تیزی کے دوران اسرائیل اور حماس کے درمیان مذاکرات دونوں فریقوں کے لیے ایک قابل قبول فارمولے کی تلاش میں حتمی مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں۔ رمضان المبارک سے قبل جنگ بندی کا اعلان متوقع ہے۔ قاہرہ نیوز چینل کی رپورٹ کے مطابق امریکہ، قطر اور حماس کے نمائندے جنگ بندی پر بات چیت دوبارہ شروع کرنے کے لیے قاہرہ پہنچے۔ اگرچہ اسرائیل کی جانب سے اس کی نمائندگی کرنے والے وفد کی حاضری کے حوالے سے کوئی باضابطہ تصدیق نہیں کی گئی۔ اسرائیلی اخبار یدیعوت احرونوت نے رپورٹ کیا کہ حماس کی جانب سے زندہ یرغمالیوں کے ناموں کی مکمل فہرست فراہم کرنے کی درخواست کو مسترد کیے جانے کے بعد تل ابیب نے مذاکرات کا بائیکاٹ کیا۔

ایک باخبر مصری ذریعے نے الشرق الاوسط کو بتایا کہ (پیرس فریم ورک) کے معاہدے کے بعد سے مذاکرات کے حالیہ دور آسان نہیں تھے۔ اس میں کئی رکاوٹیں تھیں لیکن معاہدے کے تمام نکات اب میز پر ہیں۔ خبر رساں ایجنسی اے ایف پی نے حماس تحریک کے ایک سرکردہ ذریعے کے حوالے سے 3 مارچ کو کہا تھا کہ غزہ میں جنگ بندی کا معاہدہ 24 سے 48 گھنٹوں کے اندر ممکن ہے۔ غزہ میں جنگ بندی کے لیے مذاکرات ایک ایسے وقت میں جاری ہیں جب دوسری جانب غزہ میں حماس اور اسرائیل کے درمیان لڑائی جاری ہے۔ سات اکتوبر سے جاری اور خونی جنگ میں اب تک ہلاکتوں کی تعداد 30,534 ہوگئی ہے۔ دریں اثنا فلسطینی وزارت صحت نے اتوار کو کہا کہ غزہ میں بچوں کی بڑھتی اموات کی بنیادی وجہ پانی کی کمی اور غذا کی قلت ہے۔ (ایجنسیاں)

مسجد حرام میں افطار کرنے کے خواہشمند مسلمانوں کے لیے پورٹل جاری

ریاض (ایجنسیاں) سعودی حکومت نے رمضان المبارک سے پہلے ایک ایسے پورٹل کا اجرا کیا ہے جس کے ذریعے وہ تمام مسلمان آن لائن درخواست دے سکیں گے جو رمضان المبارک کے دوران افطاریاں مسجد حرام میں کرنے کے خواہشمند ہیں۔ سعودی خبر رساں ادارے کے مطابق اس افطار پورٹل کا اجرا سعودی حکومت نے اتوار کے روز کیا ہے۔ حرمین شریفین کے انتظامی امور سے متعلق اتھارٹی نے اس پورٹل کا اجرا حرمین شریفین میں افطاری کے معمول کو منظم کرنے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس سلسلے میں سہولت دینے کے لیے کیا ہے۔ تاکہ ان کے لیے پیشگی انتظامات ترتیب دیے جا سکیں۔ یہ درخواستیں حرمین شریفین سے متعلق انتظامی اتھارٹی کی ویب سائٹ پر بھی دی جا سکتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں افطاری کے خواہش مند مسلمانوں کی رجسٹریشن ہو سکے گی اور ان کے لیے اجازت نامہ جاری کیا جا سکے گا۔ نیز انہیں اس سلسلے میں مزید رہنمائی بھی دی جا سکے گی۔ رمضان المبارک کا آغاز امکانی طور پر ایک ہفتہ تک شروع ہو رہا ہے۔ (ایجنسیاں) ***** —

انجمن ترقی اردو، گلبرگہ، کرناٹک کے خواجہ بندہ نواز اردو ہال کے تحت

صحافت آج اور کل

کے عنوان پر سیمینار

گلبرگہ 4 فروری ۔ صحافت آج اور کل کے عنوان سے ایک خصوصی نشست کا انعقاد مورخہ 4 فروری 2024ء بروز اتوار صبح 11 بجے انجمن ترقی اردو کے ایوان خواجہ بندہ نواز اردو ہال گل برگہ کرناٹک میں ہوا اس نشست سے علما، دانشوروں اور صحافیوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

مفکر اسلام حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور و مدیر اعلیٰ ماہنامہ اشرفیہ نے فرمایا کہ صحافت دنیا بھر کے مختلف زبانوں میں کی جاتی ہے اور اردو زبان میں کی جانے والی صحافت تقریبًا 200 سال پر مشتمل ہے جسے چار حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے، اگرچہ اس کے ابتدائی دو ادوار کمزور رہے ہوں لیکن اس کا تیسرا اور چوتھا دور بڑا مضبوط رہا اور انقلابات زمانہ میں اردو صحافت نے کلیدی رول ادا کیا ہے موجودہ دور کو ہم اردو صحافت کے لیے ایک خوبصورت اور بہترین دور کہہ سکتے ہیں۔ موصوف نے مزید فرمایا کہ اردو صحافت کو باقی رکھنے میں روزنامے، ماہنامے، سہ ماہی ششماہی اور سالانہ مجلّوں نے کلیدی رول ادا کیا ہے اور موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو صحافت کا مستقبل اندھیرے میں نہیں ہے بلکہ آنے والے دنوں میں اس چراغ کی لو اور تیز ہوگی اور آنے والے وقتوں میں ضرورتوں کی تکمیل اردو صحافت کرتی ہوئی نظر آئے گی۔ اس ضمن میں انہوں نے کئی ایک اخبارات اور رسالوں پر تفصیلی گفتگو کی اور ہند و پاک اور بنگلہ دیش سے نکلنے والے مختلف اخبارات اور رسالوں کے حوالے دیتے ہوئے کہا کہ ان تمام اخبارات اور رسالوں نے اپنے اپنے دور میں اپنے کام کو بخوبی انجام دیا ہے۔

موصوف نے مزید فرمایا کہ ہر دور میں اردو صحافت کسی نہ کسی طاقت کے زیر اثر رہی ہے اور اس زمانے میں بھی اردو صحافت کئی ایک طاقتوں کے زیر اثر ہے، جس سے بہت زیادہ اچھی امیدیں نہیں لگائی جاسکتیں، لیکن اتنا ضرور ہے کہ اردو صحافت زندہ ہے اور آنے والے دنوں میں اردو صحافت ضرور زندہ رہے گی اور اپنا احساس کراتی رہے گی۔

اس نشست سے خطاب کرتے ہوئے پروفیسر پیرزادہ فہیم صدر انجمن ترقی اردو گل برگہ نے فرمایا کہ اردو صحافت کو کمزور کرنے اور اس کے معیار کو گرانے میں قارئین کا بڑا عمل دخل رہا ہے، ہمارے یہاں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ کوئی اردو اخبار خرید کر نہیں پڑھنا چاہتا ہے اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہر کوئی صرف اپنے معیار کے مطابق پڑھنا چاہتا ہے، جس کی بنیاد پر اردو صحافت کا بھی معیار دن بدن گرتا چلا جا رہا ہے۔ انھوں نے بعض علاقوں کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ ان علاقوں میں آج بھی اردو صحافت اس لیے زندہ ہے کہ وہاں رکشہ چلانے والا اور موچی تک بھی اپنا اخبار خرید کر پڑھتا ہے اگر ہم بھی یہ مزاج بنالیں کہ اردو اخبار خرید کر پڑھیں گے تو میں امید کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اردو صحافت کا معیار بلند ہوجائے گا اور اس کا مستقبل بھی کافی روشن ہوتا ہوا نظر آئے گا۔ موصوف نے مزید کہا کہ پورے اخبار کو اگرچہ پڑھنا ممکن نہیں ہے اور آپ محدود قسم کی نیوز یا مضامین پڑھنے کے عادی ہیں تو پڑھیں لیکن اخبار کو خرید کر ضرور پڑھیں تو اس سے اخبار کا معیار بھی بلند ہو سکتا ہے اور اس کی اشاعت بھی بڑھ سکتی ہے اور ہماری صحافت بھی زندہ رہ سکتی ہے۔ مزید موصوف نے ماضی کے حوالے سے اردو صحافت پر گفتگو کی اور موجودہ اردو صحافت پر بھی گفتگو کرتے ہوئے ان تمام حقائق کو سامنے رکھنے کی کوشش کی کہ جس کے سبب اردو صحافت کامیاب رہی ہے اور انھوں نے اپنے نظریات وافکار بھی سامنے رکھے...... (باقی ص:49 پر)

چھترپور گڑھوا جھارکھنڈ میں

انٹرنیشنل صوفی کانفرنس

فضیلۃ الشیخ السید علی حمود الحربی الحسینی بغدادی نے ادیب وخطیب حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی دام ظلہ العالی کو سلسلہ رفاعیہ اور سلسلہ قادریہ کی خلافتوں سے سرفراز فرمایا

از: رحمت اللہ مصباحی

چھترپور گڑھوا، جھارکھنڈ میں انٹرنیشنل صوفی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں بحیثیت مہمان خصوصی فضیلۃ الشیخ السید علی حمود الحربی الحسینی پروفیسر امام اعظم ابوحنیفہ یونیورسٹی بغداد شریف ومفتی دار القضا بغداد شریف نے شرکت کی۔ کانفرنس کی صدارت مولانا سنجر القادری اور نظامت کے فرائض مولانا حسن فیضی پلاموی نے انجام دیے۔ جب کہ سرپرستی خطیب الہند حضرت علامہ مولانا عمر نورانی مصباحی گیاوی نے فرمائی۔

کانفرنس کا آغاز تلاوت کلام ربانی سے ہوا، بعدہ مشاہیر شعرائے کرام جیسے شبیر برکاتی گجرات، ارشد رضا بنارسی، ظفر عقیل ہزاری باغ، اشفاق اطہر اور یعقوب عثمانی جبل پور نے شرکت کی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں منظوم نعوت کے گلدستہ پیش کرکے اپنی ارجمندیوں کے ستاروں کو بام عروج پر پہچانتے ہوئے محفل پاک میں نور ونکہت کی برسات سے اپنے مشام جاں کو معطر کرنے والے معزز سامعین سے خوب داد وتحسین حاصل کی۔

عالمی شہرت یافتہ درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی سے بحیثیت مقرر خصوصی شرکت فرمانے والی شخصیت فخر صحافت، مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی استاذ جلیل جامعہ اشرفیہ، چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور مدعو تھے، آپ نے معراج مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا عنوان بناکر قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل خطاب فرمایا، دوران خطاب علامہ موصوف نے فرمایا کہ:

معراج مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام سفر صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی تھا، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سفر کوئی خواب نہیں تھا بلکہ ایک جسمانی سفر اور ذاتِ الٰہی کا عینی مشاہدہ تھا۔ یہ ایک معجزہ تھا کہ مختلف مراحل سے گزر کر اتنا بڑا سفر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے صرف شب کے ایک مختصر حصہ میں مکمل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جو اس پوری کائنات کا خالق و مالک ہے، اس کے لیے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے، کیوں کہ وہ تو قادر مطلق ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کی شان قدرت سے ہر چیز کا وجود ہو جاتا ہے۔ معراج کا واقعہ پوری انسانی تاریخ کا ایک ایسا عظیم، مبارک اور بے نظیر معجزہ ہے جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ خالق ارض وسما نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دے کر اپنا مہمان بنانے کا وہ شرف عظیم عطا فرمایا جو نہ کسی انسان کو کبھی حاصل ہوا ہے اور نہ کسی مقرب ترین فرشتے کو۔ مولانا موصوف نے مزید فرمایا کہ واقعہ معراج کے مقاصد میں جو سب سے مختصر اور عظیم بات قرآن کریم میں ذکر کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھلائیں۔ اس کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عظیم الشان مقام و مرتبہ دینا ہے جو کسی بھی نبی و رسول حتی کہ کسی مقرب ترین فرشتہ کو نہیں ملا ہے اور نہ ملے گا۔ نیز امت مسلمہ کو یہ پیغام دینا ہے کہ نماز ایسا مہتم بالشان عمل اور عظیم عبادت ہے کہ اس کی فرضیت کا اعلان زمین پر نہیں بلکہ ساتوں آسمانوں کے اوپر بلند و اعلیٰ مقام پر معراج کی رات میں ہوا، اور اس کا حکم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچا بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرضیتِ نماز کا تحفہ بذاتِ خود اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ نماز اللہ جلّ شانہ سے تعلق قائم کرنے اور اپنی ضرورتوں اور

حاجتوں کو مانگنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ نماز میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے مناجات ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نماز جنت کی حصول یابی کے لیے نہیں بلکہ مولا تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے پڑھنا چاہیے۔

خطیب الہند حضرت علامہ مولانا عمر نورانی گیاوی نے انتہائی نفیس انداز اور دلنشین لب و لہجہ میں فلسفۂ معراج کو سمجھاتے ہوئے بہت ہی عمدہ نقطوں کے ذریعہ واقعات معراج کو مختصر مگر جامع بیان فرمایا۔ انھوں نے کہا کہ رات کے مختصر سے وقفے میں جب اللہ ربّ العزّت حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجدِ حرام سے نہ صرف مسجد اقصیٰ تک بلکہ جملہ سماوی کائنات کی وُسعتوں کے اُس پار "قَابَ قَوْسَيْنِ" اور "أَوْ أَدْنَىٰ" کے مقاماتِ بلند تک لے گیا اور آپ وہاں قیام کے بعد اُسی قلیل مدّتی زمینی ساعت میں اِس زمین پر دوبارہ جلوہ اَفروز بھی ہو گئے۔ مولانا موصوف نے کہا کہ معراج کمالِ معجزاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ یہ وہ عظیم خارق عادت واقعہ ہے جس نے تسخیرِ کائنات کے مقفّل دروازوں کو کھولنے کی ابتدا کی۔

اخیر میں امام اعظم ابوحنیفہ یونیورسٹی بغداد شریف کے پروفیسر ودار الافتا بغداد شریف کے مفتی اور متعدد کتابوں کے مصنف فضیلۃ الشیخ السید علی حمود الحربی الحسینی نے ناصحانہ خطاب ودعائیہ کلمات سے سامعین کو نوازتے ہوئے عربی زبان میں بیان فرمایا جس کی ترجمانی مولانا احمد رضا نے اردو زبان میں کی۔ شیخ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ ہمارے لئے خوش بختی کی بات ہے کہ آج شب معراج کے موقع پر ہم آپ کے درمیان موجود ہیں، انھوں نے کہا کہ معراج کا واقعہ جو پیش آیا یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت ہی عظیم الشان معجزہ ہے، اور یہ جو معجزے اسری و معراج کی شکل میں عطا کئے گئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے صرف اور صرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازہ ہے، اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم نشانیاں دکھانا چاہا تو اللہ سبحانہ نے معراج سے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو سرفراز فرمایا، پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے محبوب کو رات ورات، شیخ نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ میں لفظ سبحان کا ذکر آیا ہے جس کا استعمال ایک تعجب کے طور پر ہوتا ہے، اور نبی پاک کا جو واقعہ معراج ہے یہ عقل سے باہر، یہ عظیم معجزہ ہے اس لئے یہ لفظ سبحان کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ شیخ نے واقعہ معراج پر تحقیقی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ فلسطین آج یہود یو کے قبضے میں ہے اللہ تعالیٰ سے اس کی آزادی کے لیے دعا فرمائیں۔

شیخ موصوف نے لوگوں کو نماز باجماعت کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ کلمہ سبحان اللہ کا کثرت سے ورد کریں کیونکہ اگر آپ اس اسم اعظم کا ورد کریں گے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ دس گنا اس کا اجر وثواب عطا فرمائے گا۔

اپنے خطاب میں حضرت شیخ نے معروف صحابی رسول سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق سے اہل سنت کے عقیدے کو بیان فرمایا اور ان کے بلند مقام صحابیت پر روشنی ڈالی۔

خطاب کے بعد حضرت شیخ موصوف نے غوث اعظم شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مقدس سے لائی ہوئی چادر شریف صوفی باصفا حضرت مولانا عمر نورانی دامت برکاتہم العالیہ کو بطور تحفہ عطا فرمائی جسے مولانا موصوف نے اسی وقت جلسہ کمیٹی کے سپرد کر دیا۔ آپ نے کانفرنس کے ذمہ داروں کو چادر دیتے وقت فرمایا کہ اراکین کی ذمہ داری ہے کہ اس حلقے سے جو جنازہ اٹھے اس پر یہ چادر بطور برکت ڈالی جائے یہ مقدس چادر ہم بطور امانت آپ کے حوالے کر رہے ہیں ۔ اس کے بعد شیخ معظم السید علی حمود الحربی الحسینی بغدادی نے مفکر اسلام حضرت علامہ شاہ مبارک حسین مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ کو بغدادی خانقاہ کی تسبیح عنایت فرمائی اور سلسلۂ عالیہ رفاعیہ وسلسلۂ عالیہ قادریہ کی خلافتوں اور اجازتوں سے سرفراز فرماتے ہوئے سر پر عمامہ شریف باندھا اور خوب دعاؤں سے نوازا۔ اس دورانیہ میں انٹرنیشنل صوفی کانفرنس کا عرفانی منظر تھا ہر طرف عشق و معرفت کی خوشبو چھائی تھی کیف و سرور میں ڈوب کر عشاق نعرے لگا رہے تھے۔

اخیر میں صلوۃ وسلام اور شیخ موصوف کی دعا پر کانفرنس کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر صدر کمیٹی مولانا سنجر القادری، نائب صدر خورشید انصاری، سکریٹری مرتضیٰ انصاری، نائب سکریٹری انعام الحق انصاری، خزانچی عبد الرشید، عین الحق انصاری، غلام مصطفی، مولانا سعود عالم مصباحی، مولانا امین الدین مصباحی، مولانا ممتاز احمد مصباحی، مولانا قاصد، نجیب اللہ انصاری، مولانا محمد زبیر، مولانا مزمل، حافظ محمد شوکت، قاری راحت حسین، مولانا محمد آصف سمیت مقامی وبیرونی علما و حفاظ اور سیاسی وسماجی لیڈران نیز معزز سامعین کا ایک جم غفیر تھا۔

اس یادگار کانفرنس میں راقم رحمت اللہ مصباحی بھی فاضلِ جلیل حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی دام ظلہ العالی کے شریک سفر تھا۔ ****

خیر و خبر

عرس محدث اعظم ہند کے موقع پر ایک نشست میں مکمل تلاوتِ قرآن کی سعادت

اہل سنت و جماعت اور خانوادہ اشرفیہ کی ایک عظیم علمی و روحانی شخصیت اولاد غوث اعظم مخدوم الملت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کا 64واں عرس مبارک مدنی میاں عربک کالج ہبلی میں آج 28 جنوری کو منایا گیا۔ اس موقع پر ادارہ ہذا کے طلبہ و اساتذہ نے نعت و منقبت اور سیرت محدث اعظم ہند کو بیان کیا۔ مولانا نعیم علیمی اور مولانا نور الدین مصباحی نے محدث اعظم ہند کی شخصیت اور خدمات کا تذکرہ کیا۔ صدر واراکین کی جانب سے ایک بیٹھک میں مکمل قرآن سنانے والے طالب علم محمد توقیر کی گلپوشی کی گئی اور انعام سے نوازا گیا۔ اسی طرح مضمون نگاری میں کامیاب طلبہ کو انعامات سے نوازا گیا۔ آخر میں فاتحہ خوانی ہوی اور لنگر تقسیم کیا گیا۔ عرس میں شہر ہبلی اور اطراف واکناف سے علماے کرام، ائمہ مساجد اور عاشقان اولیاء اللہ حاضر ہوئے۔ خاص کر محدث اعظم مشن اسکول ہبلی کے ذمہ داران اور شیخ الاسلام ٹرسٹ کے ذمہ داران کے ساتھ حضور محدث اعظم ہند کے عقیدت مندوں نے شرکت کی۔

رپورٹ: **نعیم الدین اشرفی** مہتمم ادارہ ہذا

بارگاہِ خواجۂ ہند میں نوری مشن و اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن انٹرنیشنل کا باوقار خراج عقیدت

برصغیر میں فقہ حنفی کے دو عظیم مجموعے مدون ہوئے؛ جنھیں ”دائرۃ المعارف“ کا درجہ حاصل ہے۔ "فتاویٰ عالم گیری" اور "فتاویٰ رضویہ"، اول الذکر سیکڑوں فقہائے احناف کی عظیم ٹیم کا کارنامہ ہے اور آخر الذکر فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی کی فقہی بصیرت واستحضار علمی کا عظیم اثاثہ و سرمایہ ہے۔ بعد کے ادوار میں اسی رخ سے جو قابلِ ذکر فقہی اثاثے منصۂ شہود پر آئے ان میں بہارِ شریعت، فتاویٰ مفتی اعظم اور دیگر مجموعہ فتاویٰ شامل ہیں؛ جن میں ”فتاویٰ تاج الشریعہ“(مشتمل بر 10 / مجلدات) از حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ کا نمایاں و ممتاز مقام ہے۔ انھیں احساسات کے ساتھ ”فتاویٰ تاج الشریعہ“ عرسِ سلطان الہند کی مبارک ساعتوں میں نوری مشن/اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر/اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن انٹرنیشنل نے مالیگاؤں کے سنی فقہی مراکز میں تحفتاً پیش کیا۔ از: نوری مشن، مالیگاؤں

بی جے پی رکن اسمبلی کی حجاب کے خلاف ہرزہ سرائی

جے پور، اقلیتی فرقہ کے خلاف اشتعال انگیزی، نفرت انگیز بیانات اور آئے دن متنازعہ باتوں سے سماج میں زہر گھولنے والے راجستھان میں بی جے پی رکن اسمبلی بالمکند آچاریہ نے ایک بار پھر ایسا بیان دیا ہے جس نے اقلیتی فرقہ کو مشتعل کر دیا ہے۔ راجستھان کی راجدھانی میں پیر کی صبح ایک سرکاری اسکول کی طالبات کی بڑی تعداد نے سبھاش چوک تھانے کا گھیراؤ کیا۔ انہوں نے تھانے کے سامنے نعرے لگائے اور سڑک بلاک کر دیا۔ پوچھے جانے پر طالبات نے الزام لگایا کہ بابا بامکند آچاریہ ان کے اسکول آئے تھے۔ اس دوران انھوں نے حجاب کے بارے میں بات کی اور اس کے خلاف نعرے بھی لگوائے۔ واقعہ کی اطلاع ملتے ہی، اے سی پی سبھاش چوک موقع پر پہنچے اور مشتعل طالبات سے بات چیت کی۔ اے سی پی سبھاش چوک ڈاکٹر ہیمنت جاکھڑ نے بتایا کہ گنگاپول گرلز اسکول کی طالبات آج صبح تقریباً نو بجے سبھاش چوک پولیس اسٹیشن پہنچیں اور کچھ ہی دیر میں طالبات کی ایک بڑی تعداد یہاں پہنچ گئی۔ جب پولیس نے طالبات سے وجہ پوچھی تو انھوں نے بتایا کہ ایم ایل اے بال مکند آچاریہ ایک پروگرام کے دوران اسکول پہنچے تھے۔ انھوں نے اسکول میں حجاب کے کے خلاف بات کی۔ یہ ہمارے کے لیے قابلِ قبول نہیں۔ تعلیم کے مندر میں ہندو مسلمان کیا جانا برداشت نہیں کیا جائے گا۔ طالبات نے کہا کہ ہم بال مکند آچاریہ کے خلاف کارروائی کا

مطالبہ کر رہے ہیں۔ ان طالبات کے ساتھ ان کے اہل خانہ بھی بڑی تعداد میں سڑکوں پر نکل آئے اور ایم ایل اے کےخلاف کارروائی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ طالبات کا کہنا تھا کہ جب تک ایف آئی آر درج نہیں کی جاتی ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ طالبات کا کہنا ہے کہ بابا کو معافی مانگنی چاہیے۔ اس کے بعد ہی ہم یہاں سے جائیں گے۔ طالبات نے کہا اسکول میں سالانہ پروگرام تھا، جہاں بابا کو بلایا گیا تھا۔ بابا نے جان بوجھ کر نعرے لگوائے۔ انہوں نے کہا، اسکول میں حجاب کی اجازت نہیں ہوگی، یہ غلط ہے۔ واقعہ کے بعد ڈی سی پی راشی ڈوگرا بھی موقع پر پہنچ گئیں۔ اس کے علاوہ پولیس نے امن کمیٹی کے لوگوں کو بھی موقع پر بلا لیا۔ طالبات کو سمجھانے کی کوشش کی گئی۔ طالبات بی جے پی ایم ایل اے کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے کے مطالبہ پر بضد تھیں۔ خبریں لکھے جانے تک وہ سبھاش چوک سرکل کے آس پاس سڑک پر بیٹھی تھیں۔ دریں اثنا کانگریس ایم ایل اے رفیق خان نے گنگا پول اسکول میں بی جے پی ایم ایل اے کے حجاب پر پابندی اور بچیوں کے حجاب پہن کر نہ آنے کا حوالہ دیتے ہوئے سوالات اٹھائے۔ بی جے پی ممبران اسمبلی نے رفیق خان کی جانب سے تحریک التواء کے علاوہ دیگر مسائل اٹھانے پر سخت اعتراض کیا۔ اس پر اسپیکر واسودیو دیونانی نے تحریک التوا کے کے علاوہ بیان کی گئی باتوں کو ایوان کی کارروائی سے ہٹانے کا حکم دیا۔

اتراکھنڈ کے مدرسوں میں رامائن پڑھائی جائے گی وقف بورڈ کا فیصلہ

دہرہ دون۔ اتراکھنڈ کے مدرسوں میں جلد ہی بچوں کو رامائن کا کورس پڑھایا جائے گا۔ 117 مدرسوں میں آئندہ سیشن سے اسے نافذ کیا جائے گا۔ اتراکھنڈ وقف بورڈ کے صدر شاداب شمس نے کہا کہ وقف بورڈ کے تحت پڑھنے والے مدرسوں میں بچوں کو سنسکرت پڑھائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی رامائن بھی پڑھائی جائے گی۔ جس سے بچے اپنی تہذیب سے جڑ سکیں۔ اس سے پہلے اتراکھنڈ کے مدرسوں میں بچوں کو سنسکرت پڑھانے کی بات بھی کہی گئی تھی۔ اس فیصلے کی علماء کی جانب سے زبردست مخالفت دیکھنے کو ملی تھی۔ وقف بورڈ کے صدر شاداب شمس نے کہا کہ اتراکھنڈ میں 415 مدرسے ہیں، جن میں سے 17 مدرسے وقف بورڈ کے تحت آتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مدرسوں میں پڑھنے والے طلبہ وطالبات نبیوں اور پیغمبروں کے بارے میں جانکاری کے ساتھ ساتھ شری رام کے کردار کو بھی جاننے کی کوشش کریں گے۔ ان مدرسوں میں این سی ای آر ٹی کا نصاب نافذ کیا جارہا ہے۔ واضح رہے کہ وقف بورڈ نے رام للا کی پران پرتشٹھا کے بعد مدرسوں میں شری رام کتھا کورس میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وقف بورڈ کے صدر نے کہا کہ ہندستان میں مسلمانوں نے تبدیلی مذہب کیا ہے، لیکن اپنے آبا و اجداد کی روایات کو بنائے رکھنا ان کی ترجیحات ہیں۔ اس لیے وکست بھارت کی طرز پر مدرسوں میں بھی بدلاؤ لانے کا کام کیا جارہا ہے تاکہ سبھی مذاہب، ذات کے طلبہ و طالبات ان میں تعلیم حاصل کر سکیں۔

قومی پرچم پسند نہیں تو بی جے پی لیڈر پاکستان چلے جائیں

بنگلور، کرناٹک کے منڈیا میں سرکاری اراضی پر 108 فٹ طویل کھمبے پر زعفرانی پرچم کو اتارے جانے کے معاملہ کو بی جے پی کے ذریعہ فرقہ وارانہ رنگ دینے پر کانگریس کے وزیر پریانک کھڑگے نے سخت ردعمل کا اظہار کیا۔ انھوں نے بی جے پی پر حملہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر اسے قومی پرچم، ہندوستانی آئین اور ملک کی سالمیت پسند نہیں تو اس کے لیڈران اپنی پسندیدہ جگہ پاکستان جاسکتے ہیں۔ بی جے پی کے ذریعہ اس معاملہ پر ٹکراؤ کی کیفیت پیدا کیے جانے کی کوششوں پر انھوں نے مزید کہا کہ ہم بی جے پی کی سازشوں اور چال کے سامنے نہیں جھکیں گے بلکہ ہم اس سے موثر طریقے سے نپٹیں گے۔ آئی ٹی کے وزیر کھڑگے نے آر ایس ایس پر بھی نشانہ سادھا۔ انھوں نے کہا کہ آر ایس ایس کی طرح اس کی تربیت یافتہ بی جے پی بھی قومی پرچم سے نفرت کرتی ہے۔ بی جے پی اس کا احترام کرنے کی بجائے ترنگے سے نفرت کر رہی ہے۔ انھوں نے مائیکرو بلاگنگ سائٹ ایکس پر بی جے پی لیڈروں کی سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ وہ آخر اس قدر ناراض کیوں ہیں؟ حکومت نے بغیر اجازت کے لہرائے گئے پرچم کو ہٹا کر ترنگا لہرایا تو اس پر اس قدر چراغ پا ہونے کا کیا مطلب ہے۔ کھڑکے نے مزید کہا کہ قومی پرچم کے تئیں نفرت ظاہر کر کے بی جے پی نے خود کو ملک دشمن قرار دے دیا۔

کانگریس لیڈر نے کہا کہ کرناٹک بی جے پی کے لیڈران بغیر اجازت لہرائے جانے والے پرچم کی جگہ ہندوستانی پرچم لگانے پر سخت ناراض ہیں۔ یہ ہندوتوا کے خود ساختہ محافظ کہاں تھے، جب میسور میں ایک مندر کو ان کی آنکھوں کے سامنے گرا دیا گیا؟ انھوں نے بومئی

حکومت کے خلاف کتنے احتجاج کیے ؟ موجودہ اپوزیشن لیڈر اپنی حکومت میں ریونیو کے وزیر تھے لیکن ان کے خون میں کوئی ابال نہیں آیا۔ کھڑگے نے کہا کہ بی جے پی ہندتوا کا صرف اس وقت استعمال کرتی ہے جب اس سے سیاسی فائدہ حاصل کرنا ہو۔ انھوں نے اس معاملہ پر بی جے پی لیڈروں کے احتجاج پر بھی سوال اٹھایا۔ کھڑکے نے کہا کہ بی جے پی لیڈروں کو چاہیے کہ وہ کرناٹک کے عوام کو بتائیں کیا غیر قانونی کام کیا گیا؟ کیا سرکاری املاک، عمارتوں پر قومی پرچم کے علاوہ کسی دوسرے پرچم کو فوقیت دی جاسکتی ہے ؟ انھوں نے مزید کہا کہ بی جے پی اور سنگھ پریوار کے جس نے ساحلی علاقے کو اپنی ہندوتوا کی تجربہ گاہ بنادیا تھا۔ اب منڈیا ضلع میں سرگرم ہو گئے ہیں اور یہاں اپنے ہندتوا کے تجربات شروع کر دیے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اگر سماج میں امن ہے تو بی جے پی کو سکون نہیں ملے گا۔ بی جے پی لیڈران سیاسی فائدے کے لیے منڈیا ضلع میں آگ بھڑکانے کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں۔

اے ایم یو کے اقلیتی کردار کی مخالفت کی

نئی دہلی ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار پر سپریم کورٹ کی مرکزی آئینی بنچ میں آج مرکزی حکومت نے اپنے دلائل پیش کرتے ہوئے اس کے اقلیتی کردار کی سخت مخالفت کی۔ حکومت کی طرف سے پیش سالیسٹر جنرل تشار مہتا نے دعوی کیا کہ یہ یونیورسٹی اقلیت کے ذریعہ قائم نہیں کی گئی۔ انھوں نے کہا کہ اس پر کوئی دورائے نہیں کہ اے ایم یو ملک میں بہترین یونیورسٹیوں میں سے ایک ہے۔ قانون ساز اسمبلی میں بحث کے دوران بھی اس کو قومی اہمیت کا ادارہ قرار دیا۔ انھوں نے یونیورسٹی میں داخلہ کے نظام پر سوال اٹھاتے ہوئے کہا کہ اس کی وجہ سے 70 سے 80 فیصد مسلمان طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ اگر یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو تسلیم کر لیا گیا تو درج فہرست ذات قبائل اور پسماندہ طبقات کو ریزرویشن نہیں مل سکے گا۔

دوسری طرف الہ آباد ہائی کورٹ میں یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو چیلنج کرنے والے عرضی گزار کے وکیل راکیش دویدی نے بھی دعوی کیا کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو تسلیم کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ جس وقت یونیورسٹی قائم کی گئی، اس وقت مسلمان اقلیت میں تھے یا نہیں۔ دویدی نے یہ بھی کہا کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایسے غیر معمولی افراد بھی نکلے جنھوں نے پاکستان کی تحریک چلائی۔ دویدی نے مزید کہا کہ سرسید نے ہی دو قومی نظریہ کی تھیوری پیش کی تھی ۔ مسلمان حکمراں طبقہ سے آتے تھے اور وہ یونیورسٹی قائم ہونے کے وقت اقلیت نہیں ہوسکتے۔

واضح رہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کے معاملہ پر سپریم کورٹ میں چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ، جسٹس سنجیو کھنہ، جسٹس سوریہ کانت ، جسٹس جے بی پاردی والا، جسٹس دیپانکر دتا، جسٹس منوج مشرا اور جسٹس ستیش چندر شرما کی آئینی بینچ میں سماعت ہو رہی ہے۔ گزشتہ سماعت میں بینچ نے اپنے مشاہدے میں کہا تھا کہ کسی تعلیمی ادارے کو اقلیتی درجہ حاصل کرنے سے محض اس بنیاد پر نہیں روکا جاسکتا کہ اس کا انتظام ایک قانون کے ذریعہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں آرٹیکل 30 کے تحت اقلیتی تعلیمی اداروں کے قیام اور ان کے انتظام کے حق کا دعویٰ کرنے کے لیے آئین کے مطابق کسی اقلیتی گروہ کے مطلق انتظامیہ کی ضرورت نہیں۔ خیال رہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کا معاملہ جسٹس رنجن گوگوئی نے 2019ء میں کے مرکزی آئینی بینچ کے سپرد کیا تھا۔ دراصل 1968ء میں سپریم کورٹ نے اپنے ایک فیصلہ میں اے ایم یو کو ایک مرکزی یونیورسٹی قرار دیتے ہوئے اپنے فیصلہ میں کہا تھا کہ آئین کے آرٹیکل 29 اور 30 کے تحت کسی مرکزی یونیورسٹی کو اقلیتی درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے بعد پارلیمنٹ کے ذریعہ اے ایم یو ایکٹ میں ترمیم کر کے اس کا اقلیتی درجہ بحال کیا گیا تھا۔ اس کو ایک بار پھر الہ آباد ہائی کورٹ میں چیلنج کیا گیا جس نے اس ترمیم کو غیر آئینی قرار دیا۔ اس کے نتیجہ میں ہی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی۔

ای وی ایم کمپنی میں 4 بی جے پی لیڈر ڈائریکٹر

اپوزیشن جماعتوں کے ذریعہ الیکٹرانک ووٹنگ مشینوں سے چھیڑ چھاڑ کے خدشات کے درمیان اس کا انکشاف ہوا کہ ای وی ایم بنانے والی کمپنی بھارت الیکٹرانکس لیمٹیڈ میں بی جے پی کے اراکین اور اس کے نامزد کردہ عہدیداران آزاد ڈائریکٹر کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اس بارے میں حکومت ہند کے سابق سکریٹری ای اے ایس شرما نے انکشاف کرتے ہوئے مرکزی الیکشن کمیشن کو خط لکھا ہے۔ انھوں نے الیکشن کمیشن سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ حکام کو ہدایت دیں کہ بی جے پی کے اراکین کو ڈائریکٹر کے عہدے سے ہٹایا جائے۔ انھوں

نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ بھارت الیکٹرانکس لمیٹڈ (بی ای ایل) کے بورڈ سے وابستہ افراد اور ان کے ذریعہ کیے جارہے کاموں کی تفصیلات بھی ملک کے سامنے رکھی جائیں۔ سابق سکریٹری نے چیف الیکشن کمشنر راجیو کمار اور دو دیگر الیکشن کمشنروں کو ایک خط لکھ کر اس پر سخت اعتراض کیا کہ بی جے پی بھارت الیکٹرانکس لمیٹڈ کو چلانے میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس کا ایک ناگزیر نتیجہ نکلتا ہے کہ بی جے پی بھارت الیکٹرانکس کے کام کاج کی نگرانی کرتی ہے۔

بھارت الیکٹرانکس لمیٹڈ ہی وہ کمپنی ہے جو ای وی ایم مشینوں کو تیار کرتی ہے اور اس کا خفیہ کوڈ اور چپ بناتی ہے جس کو مشینوں میں لگایا جاتا ہے۔ انھوں نے اپنے خط میں لکھا کہ کس طرح بی جے پی کے نامزد کردہ چار افراد کو بھارت الیکٹرانکس لمیٹڈ (بی ای ایل) کے بورڈ میں آزاد ڈائریکٹر کے طور پر نامزد کیا گیا جو کہ الیکٹرانک ووٹنگ مشینوں کے لیے سافٹ ویئر تیار کرنے کے انتہائی حساس کام میں مصروف ہے۔ ای اے ایس شرما نے اس بات پر بھی برہمی کا اظہار کیا کہ اس حقیقت کو منظر عام پر لانے اور اس پر توجہ دلانے کے باوجود الیکشن کمیشن کسی طرح کی کارروائی میں ناکام رہا ہے، جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کمیشن انتخابات میں سبھی کے لیے یکساں مواقع کے تعلق سے بے فکر ہے اور وہ حکمراں بی جے پی کے حق میں ہے۔ سابق سکریٹری نے یہ بھی لکھا کہ یہ ستم ظریفی ہے کہ ای وی ایم کے خلاف اٹھائے گئے سوالات پر نظر ثانی کرنے پر اتفاق کرنے کی بجائے کمیشن اس کا سختی سے دفاع کر رہا ہے اور اس نے اپنی آنکھیں اس حقیقت پر بند کر لی ہیں کہ متعدّد ممالک نے ای وی ایم کا استعمال بند کر دیا گیا۔

بغیر دولھے کی ہی سیکڑوں لڑکیوں کی شادی ہوگئی

بلیا ضلع سے حیران کن معاملہ روشنی میں آیا ہے۔ یہاں مکھیہ منتری سامو ہک وواہ میں افسران نے سیکڑوں لڑکیوں کی شادی بغیر دولھے کی ہی کرادی۔ سوشل میڈیا پر اس۔ اجتماعی شادی پروگرام کا ویڈیو بھی وائرل ہو رہا ہے، جس میں دیکھا جا سکتا ہے کہ دلہنیں اپنے گلے میں خود ہی ہار ڈالتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ ان دلہنوں میں کئی پہلے سے ہی شادی شدہ ہیں۔ یہی نہیں، کئی نابالغ لڑکے بھی اس دوران دولہا بنے بیٹھے ہیں، اور وہ بھی خود اپنے گلے میں ہار ڈال رہے ہیں۔ 25 جنوری کو منیئر انٹر کالج میدان میں اس اجتماعی شادی کا انعقاد کیا گیا تھا، اس میں 568 جوڑوں کی شادی کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ ویڈیو وائرل ہونے کے بعد سے کھلبلی مچ گئی ہے۔ سی ڈی او نے معاملے کی جانچ کے لیے ٹیم تشکیل دے دی ہے۔ ٹیم نے علاقہ میں پہنچ کر تفتیش شروع کر دی ہے۔

واضح ہو کہ وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ کی ترجیحات والی اسکیموں میں اجتماعی شادی بھی شامل ہے، اس میں غریب کنبوں کی بیٹیوں کی شادی سرکاری خرچ پر کرائی جاتی ہے۔ محکمہ سماج بہبود اس شادی پروگرام کا انعقاد کرتا ہے۔ ایک جوڑے کی شادی پر سرکار کی طرف سے 51 ہزار روپئے خرچ کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے 35 ہزار روپے لڑکی کے بینک کھاتے میں جاتا ہے۔ دس ہزار روپے کا تحفہ دیا جاتا ہے، اور دس ہزار روپئے گھراتی اور 6 ہزار روپے باراتیوں کے استقبال پر خرچ ہوتے ہیں۔

مقامی باشندوں کا کہنا ہے کہ جو اجتماعی شادی ہوئی ہیں۔ اس میں 90 فیصد دولہا و دلہن فرضی تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ کئی خواتین کی شادی پانچ سال قبل ہو چکی ہے وہ بھی اس شادی میں شامل ہو کر اسکیم کا فائدہ اٹھا چکی ہیں۔ شادی پروگرام میں کچھ دولھے نابالغ بھی تھے۔

ذرائع کے مطابق مذکورہ شادی پروگرام میں پانچ سو سے ایک ہزار روپئے دے کر کئی دلہنوں اور دولہوں کو بٹھایا گیا تھا۔ - دلہنوں نے گھونگھٹ اور دولہوں نے پہچان چھپانے کے لیے ہے رومال اور ماسک سے منہ ڈھانک رکھا تھا۔ کئی خواتین دولھے کے بجائے خود مالا ڈالتی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ گرام پردھانوں کا کہنا ہے کہ گاؤں کی خواتین کا انتخاب تو کیا گیا لیکن اس کی جانکاری ہم لوگوں کو نہیں دی گئی۔ اس پورے معاملے میں افسران اور دلالوں کی ملی بھگت کھل کر سامنے آئی ہے۔ اس سلسلے میں بلاک پردھان سنگھ کے صدر ستیندر پاٹھک کا کہنا ہے کہ منیئر انٹر کالج میں ہوئی اجتماعی شادی میں 90 فیصد جعل سازی ہوئی ہے۔ سرکاری روپئے کا بندر بانٹ کیا گیا ہے۔ اجتماعی شادی میں کئی خواتین اور لڑکیاں اپنے ہاتھ سے خود اپنے گلے میں ہار ڈال رہی ہیں۔ خاص بات یہ کہ کئی نے سندور دان کے وقت بھی گھونگھٹ نہیں اٹھائے۔ 25 جنوری کو منیئر انٹر کالج کے میدان میں ہوئی اجتماعی شادی میں گڑبڑی کی شکایت کی جانچ کے لیے سی ڈی او جسوی راج نے تین رکنی ٹیم تشکیل دی ہے۔ ضلع زراعت افسر محکمہ معذور بہبود اور محکمہ سماج بہبود کی ٹیم نے جانچ شروع کر دی ہے۔

خیابان حرم

منظومـــــات

نعت پاک

چاند کو آنکھ دکھاتا ہے دریچہ ان کا
کیسے سمجھے گا کوئی حسن ہے کیسا ان کا

ان کے اس وصف سے ہیں چاہنے والے واقف
نام ہے خانۂ دل میں بھی چمکتا ان کا

یاد جو کرتا ہے مل جاتے ہیں آقا اس کو
ڈھونڈنے والوں کو مشکل نہیں ملنا ان کا

ان کے قدموں میں ہیں انوار کے چشمے جاری
مل گیا چاند ستاروں کو اجالا ان کا

وہ تو وہ ان کا پسینہ بھی ہے خوشبو والا
برگ گل کو ملا خوشبو کا خزانہ ان کا

گفتگو اچھی نہیں لگتی ہے کیا آقا کی
کیوں کیا کرتے ہو تم تذکرہ اِن کا اُن کا

ان کی سیرت کا اگر آئنہ ہاتھوں میں رہے
ہم کو کافی ہے سر حشر حوالا ان کا

خاک پائے شہ کونین جو ہاتھ آ گئی ہے
دم بھرا کرتے ہیں دن رات مسیحا ان کا

نام اچھا سا ملا جس کو ربیع الاول
سب مہینوں سے ہے اچھا وہ مہینہ ان کا

وہ ہیں سرکار ہمارے تو ہم ان کے ہیں غلام
کتنا مضبوط یہ رشتہ ہے ہمارا ان کا

ان کے ہی واسطے تخلیق ہوئی ہے اے نور
آبجو ان کی ہے ، نہر ان کی ہے ، دریا ان کا

سید محمد نورالحسن نورنوابی

نعت پاک

وہ ذرے جو کبھی زیر قدم استھان لیتے ہیں
مہ و خورشید و انجم سے بھی اعلیٰ شان لیتے ہیں

نظر ایسی کی دل کا حال تک ان سے نہیں چھپتا
وہ اپنے امتی کو دور سے پہچان لیتے ہیں

حدِ تفریق کر دیتے ہیں قائم حق و باطل میں
کرم والے برائی سے بھلائی چھان لیتے ہیں

منانے مان جانے کا توازن ان سے قائم ہے
جو ان کو مان لیتے ہیں وہ ان کی مان لیتے ہیں

جو اپنے کان دے دیتے ہیں انکے لب کی جنبش پر
سماعت میں وہی تو لولو و مرجان لیتے ہیں

وہ جب سے ناخدا ٹھہرے تو بے خوف و خطر ہو کر
سفینے خود ہی اپنی گود میں طوفان لیتے ہیں

سوا نیزے کا سورج کر نہیں سکتا کباب ان کو
جو چادر یاد پیغمبر کی دل پر تان لیتے ہیں

اندھیری رات میں سورج اٹھایا جسنے کندھوں پر
اجالے اپنے ہالے میں اسے ہر آن لیتے ہیں

سہم جاتے ہیں جنگل کے درندے اپنے غاروں میں
عمر جب ہاتھ میں انصاف کی میزان لیتے ہیں

ہمارے پاس ہرگز بے حیائی آ نہیں سکتی
عمل کرنے کو ہم جو سیرت عثمان لیتے ہیں

بلا کر خود نبی جن کو کماں دیتے ہیں خیبر کی
تو بے شک لا فتیٰ الا علی سب مان لیتے ہیں

مرا دل ہے اسی کا ایک مدت سے تمنائی
مزہ جس قربکا سرکار یہ دربان لیتے ہیں

مہتاب پیامی

نعت پاک

دل میں نبی کی شمعِ محبت جلی رہے
ظلمت کدے میں زیست کے تابندگی رہے

ابرِ بہارِ نعتِ پیمبر کی بوند سے
گلزارِ فکر و فن میں سدا تازگی رہے

دنیا و آخرت کی بھلائی کے واسطے
”پیشِ نظر ہمیشہ حیاتِ نبی رہے

کھینچا گیا جو دار پہ عشقِ رسول میں
کیسے نہ قبر اس کی بھلا مخملی رہے

یارب مری دعا ہے کہ صحنِ حیات میں
عشق و وفا کے چاند کی بس چاندنی رہے

تعلیم دے رہی ہے حدیثِ رسولِ پاک
انساں جہاں کہیں بھی رہے متّقی رہے

اے غازیان دین تمھاری زبان سے
ناموسِ مصطفیٰ کی صدا گونجتی رہے

کرتا ہوں التجا یہی پروردگار سے
وقتِ اجل زبان پہ نعتِ نبی رہے

احمدؔ نبی کی " نعت نگاری " ہو مستقل
صنفِ غزل سے ربط ترا عارضی رہے

از: مولانا محمد طفیل احمدؔ مصباحی

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.28 2023-25

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

March 2024

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔ اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریباً گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ والسلام

عبدالحفیظ عفی عنہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of-

(For Education) برائے تعلیمی چندہ

(1) Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Central Bank of India
A/C 3610796165
IFSC. Code: CBIN 0284532

(2) Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Union Bank of India
A/C 303001010333366
IFSC. Code: UBIN 0530301
Branch Code: 530301

(3) Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Punjab National Bank
A/c 05752010021920
IFSC. Code : PUNB0057510

(For Construction) برائے تعمیری چندہ

(1) Aljamiatul Ashrafia
Central Bank of India
A/c 3610803301
IFSC. Code: CBIN 0284532

(2) Aljamiatul Ashrafia
Union Bank of India
A/c 303002010021744
IFSC. Code: UBIN 0530301
Branch Code: 530301

(3) Aljamiatul Ashrafia
Punjab National Bank
A/c 05752010021910
IFSC. Code : PUNB0057510

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

BHIM UPI Payments Accepted at
Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN